Globethics Repository

Globethics

Sirat al-rasul - dusturi (PART 2)

This page was generated automatically upon download from the Globethics Repository. More information on Globethics see https://www.globethics.net. Data and content policy of Globethics Repository see https://repository.globethics.net/pages/policy.

Item Type	Book
Authors	Al-Qodiri, Muhammad Thohir
Publisher	Manshurat Minhaj al-Quran
Rights	With permission of the license/copyright holder
Download date	2026-06-29 09:28:42
Link to Item	http://hdl.handle.net/20.500.12424/188500

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زندگی انفرادی ہو یا اجتماعی، نظم کے لئے کسی ضابطے، قانون اور آئین کی محتاج ہے۔ انسان نے روز اول سے جوں جوں تہذیب وتمدن کی طرف بڑھنا شروع کیا، اس کی زندگی میں قوانین وضوابط کا عمل دخل بھی بڑھتا گیا۔ اجتماعی سطح پر معاشرے کو منظّم کرنے کے لئے کبھی تو طاقت کا سہارا لیا گیا اور کبھی معاشرے کو قوانین وضوابط کے بندھن میں باندھنے کی کوششیں ہوئیں۔ ایتھنز اور سپارٹا کی قدیم ریاستیں ہمارے سامنے یہی منظر پیش کرتی ہیں۔ پوری انسانی تاریخ میں یہ اعزاز اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے شعور انسانی کو ایک واضح دستور کے تصور سے آشنا کیا کہ ریاست کو ایک ایسے دستور وآئین کے تحت چلایا جائے جو نہ صرف ریاست کے تمام اعضائے ترکیبی کے افعال و وظائف کی تشریح کرے بلکہ ریاست کے جملہ طبقات کے حقوق وفرائض کا تحفظ وتعین بھی کرے۔

قرآن حکیم کی روشنی میں دستور سازی کے اُصول

(Principles of Constitution in Holy Quran)

قرآن کریم کی بہت سی ایسی آیات ہیں دستوری وآئینی رہنمائی کی حامل ہیں۔ یہاں دستوری اور سیاسی رہنمائی فراہم کرنے والی چند آیات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو اسلام کے آئینی نظریے کی بنیاد کو صراحت کے ساتھ بیان کرتی ہیں۔ ان آیات میں سیاسی نظام کو اسلامی بنیادوں پر استوار کرنے کیلئے کلیدی ہدایات اور احکام بیان کیے گئے ہیں، ارشاد ربانی ہے:

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا لا وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ

النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ط اِنَّ اللهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ط اِنَّ اللهَ كَانَ سَمِيْعًا م بَصِيْرًا ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُو اللهَ وَ اَطِيْعُو الرَّسُوْلَ وَ اُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ج فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ○[1]

''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کیا کرو بے شک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے بے شک اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے○ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہل حق) صاحبان امر کی، پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لئے) اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، (تو) یہی (تمہارے حق میں) بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے○''

۲۔ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوْا الصَّلَاةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ○[2]

''اور جو لوگ اپنے رب کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور اُن کا فیصلہ باہمی مشورہ سے ہوتا ہے اور اس مال میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیا ہے خرچ کرتے ہیں○''

۳۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ ج وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۵۸، ۵۹

(۲) القرآن، الشوریٰ، ۴۲: ۳۸

مِنْ حَوْلِکَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ج فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ○(۱)

''(اے حبیبِ والا صفات) پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ان کے لئے نرم طبع ہیں اور اگر آپ تُندخُو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے سو آپ ان سے درگزر فرمایا کریں اور ان کے لئے بخشش مانگا کریں اور (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ کیا کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کیا کریں، بیشک اللہ توکل والوں سے محبت کرتا ہے○''

۴۔ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ط وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ط وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ اِلَّا قَلِيْلًا○(۲)

''اور جب ان کے پاس کوئی خبر امن یا خوف کی آتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں اور اگر وہ (بجائے شہرت دینے کے) اسے رسول اور اپنے میں سے صاحبانِ امر کی طرف لوٹادیتے تو ضرور ان میں سے وہ لوگ جو (کسی) بات کا نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں اس (خبر کی حقیقت) کو جان لیتے اگر تم پر اللہ کا فضل اور اسکی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً چند ایک کے سوا تم (سب) شیطان کی پیروی کرنے لگتے○''

۶۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔(۳)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو۔''

(۱) القرآن، آل عمران، ۳: ۱۵۹
(۲) القرآن، النساء، ۴: ۸۳
(۳) القرآن، النساء، ۴: ۵۹

۷۔ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔(۱)

’’تو اسے حتمی فیصلہ کے لیے اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔‘‘

اگلی آیت مبارکہ میں یوں ارشاد فرمایا گیا ہے:

۸۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝(۲)

’’کیا آپ نے ان (منافقوں) کو نہیں دیکھا جو (زبان سے) دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ (اس کتاب یعنی قرآن) پر ایمان لائے جو آپ کی طرف اتارا گیا اور ان (آسمانی کتابوں) پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری گئیں (مگر) چاہتے یہ ہیں کہ اپنے مقدمات (فیصلے کے لئے) شیطان (یعنی احکامِ الٰہی سے سرکشی پر مبنی قانون) کی طرف لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا جاچکا ہے کہ اس کا (کھلا) انکار کر دیں اور شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ انہیں دور دراز گمراہی میں بھٹکاتا رہے ۝‘‘

۹۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝(۳)

’’اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے سو وہی لوگ کافر ہیں ۝‘‘

۱۰۔ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۵۹

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۶۰

(۳) القرآن، المائدۃ، ۵: ۴۴

وَلٰكِنَّ اللهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَنَ وَ زَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَ كَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوقَ وَ الْعِصْيَانَ أُوْلَئِكَ هُمُ الرَّشِدُونَ○[1]

’’اور جان لو کہ تم میں رسول اللہ (ﷺ) موجود ہیں، اگر وہ بہت سے کاموں میں تمہارا کہنا مان لیں تو تم بڑی مشکل میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت عطا فرمائی اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ فرما دیا اور کفر اور نافرمانی اور گناہ سے تمہیں متنفّر کر دیا، ایسے ہی لوگ دین کی راہ پر ثابت اور گامزن ہیں○‘‘

اَحادیثِ نبوی کی روشنی میں دستور سازی کے اُصول

(Principles of Constitution in the Hadith)

سیرت نبوی میں بھی ہمیں قرآن حکیم کی ان تعلیمات کی عملی توضیح و تشریح ملتی ہے جس سے ریاست کے مثالی آئین کی تفصیلات ہمارے سامنے آتی ہیں:

۱۔ عن علي رضی اللہ عنہ. قال: قلت يا رسول الله، إن نزل بنا أمر ليس فيه بيان أمر ولا نهي، فما تأمرنا؟ قال: شاوروا الفقهاء والعابدين، ولا تمضوا فيه رأي خاصة۔[2]

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس میں امر اور نہی کا بیان نہ آیا ہو تو آپ اس میں ہمیں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم فقہاء اور عابدین سے مشورہ کیا کرو اور اس میں چند خاص لوگوں کی

(۱) القرآن، الحجرات، ۴۹:۷

(۲) هيثمي، مجمع الزوائد، ۱: ۱۷۸

رائے نہ نافذ کیا کرو۔‘‘

۲۔ عن علي، قال: قلت: يا رسول الله! إن عرض لي أمر لم ينزل فيه قضاء في أمره ولا سنة كيف تأمرني؟ قال: تجعلونه شورى بين أهل الفقه والعابدين من المؤمنين ولا تقضي فيه برأي خاصة۔[1]

’’حضرت علی نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ اگر میرے پاس کوئی معاملہ آئے اور اس کے فیصلے کے بارے میں قرآن و سنت کا حکم نہ پاؤں تو میں اس کا فیصلے کیسے کروں؟ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اس کو مومنین فقہاء اور عابدین کے مشورے سے حل کرو اور چند خاص لوگوں کی رائے کے مطابق فیصلہ نہ کر۔‘‘

۳۔ قال ﷺ: لو اجتمعتما في مشورة ما خالفتكما – قاله لأبي بكر و عمر۔[2]

’’حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ابوبکر اور عمر سے فرمایا: کہ اگر تم دونوں کسی مشورہ میں اکٹھے ہو جاؤ تو میں تمہاری مخالفت نہ کروں یہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا۔‘‘

۴۔ قال ﷺ: شرار أمتي من يلي القضاء إن اشتبه عليه لم يشاور و إن أصاب بطر، وإن غضب عنف و كاتب السوء كالعامل به۔[3]

(۱) سيوطي، الجامع الكبير، ۲: ۴۷

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۲۷

۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۵۳

۳۔ ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۲: ۱۲۸

(۳) عجلوني، كشف الخفاء، ۷، ۲

''حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جن کے پاس مشتبہ معاملہ آتا ہے اور وہ مشاورت نہیں کرتے اور اگر درست فیصلہ کر لیں تو اِترائیں اور اگر غصہ کی حالت میں ہوں تو سختی سے کام لیں وہ لوگ میری امت کے بدترین لوگ ہیں اور برا لکھنے والا بھی برا عمل کرنے والے کی طرح ہے۔''

۵۔ **قال ﷺ: أقيموا حدود الله في القريب والبعيد، ولا تأخذكم في الله لومة لائم۔**(۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی حدوں کو قائم کرو اپنے قریبی رشتہ داروں میں اور غیروں میں اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں لعن طعن کرنے والوں کی لعن طعن (حدود کے نفاذ سے) نہ روکے۔''

۶۔ **قال ﷺ ما إكثاركم عليّ في حد من حدود الله ﷻ وقع على أمة من إماء الله. والذي نفس (محمد) بيده لو كانت فاطمة بنت رسول الله نزلت بالذي نزلت به هذه المرأة لقطع محمد يدها۔**(۲)

''حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کا یہ کیا حال ہے کہ اللہ کی حدود میں سے ایک حد جو اس کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی پر قائم کی جا رہی ہے تم اس کی سفارش میں مجھ پر اصرار کرتے ہو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد بھی اس طرح کا فعل سر

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب الحدود، باب إقامة الحدود، ۲: ۸۴۹، رقم: ۲۵۴۰

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الحدود، باب الشفاعة في الحدود، ۲: ۸۵۱، رقم: ۲۵۴۸

۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۴۲۱، رقم: ۸۱۴۷

انجام دیتی جس طرح کا فعل اس عورت نے سر انجام دیا ہے۔ تو میں (محمد ﷺ) اس کے بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا۔‘‘

۷۔ عن عبدالرحمن بن سابط، قال: أرسل عمر بن الخطاب إلی سعيد بن عامر الجمحي، فقال: إنا مستعملوک علی هؤلاء لتسير بهم إلی أرض العدو فتجاهد بهم، فقال: يا عمر لا تفتني فقال عمر: والله لا أدعکم جعلتموها في عنقي، ثم تخليتم عني إنما أبعثک علی قوم لست أفضلهم، ولست أبعثک لتضرب أبشارهم ولتنتهک أعراضهم ولکن تجاهد بهم عدوهم وتقسم بينهم فيئهم۔ (۱)

’’حضرت عبد الرحمٰن بن سابط بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے سعید بن عامر جمحی کو لکھا: میں تمہیں ان لوگوں پر عامل مقرر کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ تم دشمن ملک کی طرف جا کر اس کے خلاف جہاد کرو۔ انہوں نے کہا: اے عمر! آپ مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں۔ حضرت عمر نے فرمایا: اللہ کی قسم میں تمہیں یونہی نہیں چھوڑوں گا کہ خلافت کی ذمہ داری تم نے میری گردن میں ڈال دی اور پھر مجھ سے دور ہوگئے۔ میں تمہیں اس قوم کی طرف بھیج رہا ہوں جس سے تم بہتر نہیں ہو اور میں تمہیں ان کی طرف اس لئے نہیں بھیج رہا کہ تم ان کے لوگوں کو قتل کرو اور ان کی عزتوں کی ہتک کرو بلکہ اس لئے کہ تم ان سے مل کر ان کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرو اور ان میں مالِ فے (انصاف کے ساتھ) تقسیم کرو۔‘‘

(۱) ۱۔ ہندی، کنز العمال، ۵: ۸۸۷، رقم: ۱۴۲۰۳
۲۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۲۱: ۱۴۵

۸۔ عن ضبة بن محصن قال: كتب عمر بن الخطاب إلى أبي موسى الأشعري، أما بعد: فإن للناس نفرة من سلطانهم، فأعوذ بالله أن تدركني وإياك، فأقم الحدود ولو ساعة من النهار، وإذا حضر أمران أحدهما لله، والآخر للدنيا فآثر نصيبك من الله فإن الدنيا تنفد والآخرة تبقى وأخف الفساق واجعلهم يدًا يدًا ورجلاً ورجلاً، عد مريض المسلمين، واحضر جنائزهم، وافتح بابك وباشر أمورهم بنفسك، فإنما أنت رجل منهم غير أن الله جعلك أثقلهم حملاً، وقد بلغني أنه تشأ لك ولأهل بيتك هيئة في لباسك ومطعمك ومركبك، ليس للمسلمين مثلها، فإياك يا عبدالله أن تكون بمنزلة البهيمة مرت بواد خصب، فلم يكن لها هم إلا التسمن وإنما حتفها في السمن، واعلم أن العامل إذا زاغ زاغت رعيته، وأشقى الناس من شقيت به رعيته۔[1]

’’ضبۃ بن محصن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا: بیشک لوگوں کے ہاں اپنے بادشاہ کے لئے نفرت پائی جاتی ہے پس میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ اس نفرت کا سامنا مجھے یا تمہیں کرنا پڑے پس تم حدود کو قائم کرو چاہے مہلت دن کی ایک ساعت ہی ہو۔ اگر تمہارے پاس دو ایسے امور ہوں جن سے ایک اللہ کے لئے اور دوسرا دنیا کے لئے ہو تو اللہ کی طرف سے اپنے نصیب کو ترجیح دو کیونکہ دنیا ختم ہونے والی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے اور فاسقوں کو ڈراؤ اور انہیں (حدود کا نفاذ کرکے) ایک ایک ہاتھ والا اور ایک ایک ٹانگ والا بناؤ اہل اسلام کے مریضوں کی عیادت کرو اور

(۱) ہندی، کنز العمال، ۵: ۸۸۹، رقم: ۱۴۲۰۹

ان کے جنازوں میں شرکت کرو۔ لوگوں کے لئے اپنا دروازہ کھلا رکھو اور خود براہ راست ان کے امور میں دلچسپی لو تم انہی میں سے ایک فرد ہو فرق اتنا ہے کہ اللہ نے تم پر ان سے زیادہ ذمہ داری کا بوجھ ڈالا ہے اور مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ تم اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے ایسا لباس، کھانا اور سواری چاہتے جو لوگوں کے پاس نہیں (یعنی لوگوں سے بہتر ہے)۔ پس اے اللہ کے بندے! میں تجھے خبردار کرتا ہوں کہ اس جانور کی طرح نہ ہوجانا جو کسی سرسبز و شاداب وادی میں گیا وہاں اس کو صرف موٹاپے سے سروکار تھا اور بیشک اس کی موت زہر میں ہے اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جب حکمران راہِ راست سے ہٹ جاتا ہے تو اس کی رعایا بھی راہِ راست سے ہٹ جاتی ہے۔ کمزور ہو جائیں تو ان کی رعایا بھی کمزور ہو جاتی ہے اور لوگوں میں سے بدنصیب ترین وہ شخص ہے کہ جس کی وجہ سے اس کی قوم گمراہ اور بدبخت ہوتی ہو۔‘‘

۹۔ قال ﷺ: المستشار مؤتمن، فإذا استشير فليشر بما هو صانع لنفسه۔[۱]

’’جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہوتا ہے، پس اسے چاہیئے کہ ویسا ہی بہتر مشورہ دے جو وہ اپنے لئے چاہتا ہو۔‘‘

۱۰۔ عن أبي جعفر قال: قال عمر بن الخطّاب لأصحاب الشوری: تشاوروا في أمرکم، فإن کان اثنان و اثنان فارجعوا في الشوری و إن کان أربعة و اثنان فخذوا صنف الأکثر۔[۲]

’’حضرت جعفر سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصحاب شوریٰ سے کہا کہ

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۲: ۳۴۹، رقم: ۲۱۹۵
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۹۶

(۲) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۳: ۶۱

تم اپنے معاملات میں مشاورت کیا کرو اور ایک طرف دو اور دوسری طرف بھی دو ہوں تو مشاورت کریں اور اگر چار اور دو ہوں تو زیادہ لوگوں کی بات مان لو۔‘‘

۱۱۔ عن أسلم عن عمر قال: و إن اجتمع رأي ثلاثة و ثلاثة فاتبعوا صنف عبد الرحمن بن عوف واسمعوا و أطيعوا۔[1]

’’حضرت اسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک بات میں رائے پر تین تین کا گروپ ہو تو جس گروپ میں عبدالرحمٰن بن عوف ہوں اس گروپ کی رائے سنیں اور ان کی پیروی کریں۔‘‘

متذکرہ بالا آیات اور احادیث مبارکہ سے درج ذیل دستوری و آئینی اصول مترشح ہوتے ہیں:

۱۔ اسلامی ریاست میں اعلی ترین حاکمیت اللہ اور رسول ﷺ (Supreme Authority of Almighty Allah and Holy Prophet) کی ہوگی۔

۲۔ قرآن و سنت ملک کا اعلیٰ ترین قانون (Quran & Sunnah Supreme Law of State) ہوگا۔

۳۔ عدلیہ کی بالادستی (Supremacy of Judiciary) کو ہر حال میں یقینی بنایا جائے گا۔

۴۔ آئینی نظام کے نفاذ کا وجوب (Essentaility of Enforcement of Constitution) کے درجے کا حامل ہوگا۔

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۶۱

۵۔ قانون کی حکمرانی و بالادستی (Rule of Law) ہوگی۔

۶۔ آئینی وسیاسی عہدے شرائطِ اہلیت (Qualification for Constitutional and Political Office) کے حامل افراد کو ہی دیئے جائیں گے۔

۷۔ سربراہ مملکت (Muslim Head of State) مسلمان ہوگا۔

۸۔ ریاستی و حکومتی عہدے بطور امانت و نیابت (State Responsibilities as Trust) سونپے جائیں گے۔

۹۔ ہر شہری آئینی منصب امانت (Constitutional Status of Trustee for every Citizen) کا حامل ہوگا۔

۱۰۔ حکومت کا حقِ اِطاعت مشروط (Conditional Superordination of State) ہوگا۔

۱۱۔ ہر عاقل و بالغ کو حق رائے دہی (Adult Franchise) حاصل ہوگا۔

۱۲۔ حق رائے دہی جنسی امتیاز (No Gender Discrimination in Adult Franchise) سے ماوراء ہوگا۔

۱۳۔ اختلاف رائے کو بنیادی حقوق (Difference of Opinion as Fundamental Right) کے طور پر تسلیم کیا جائے گا۔

۱۴۔ اکثریت کی رائے کا احترام (Respect of Majority Opinion) کیا جائے گا۔

۱۵۔ اسلامی حکومت، منتخب اور نمائندہ حکومت (Elected and

(Representative Govt) ہوگی۔

۱۶۔ نظامِ حکومت کی ہیت ترکیبی (Structure of Govt System) عوام کی صوابدید پر ہوگی۔

۱۷۔ حکومت دو طرفہ معاہدہ (Govt - a Bilateral Contract) متصور ہو گا۔

۱۸۔ حکومت کا مقصد نظام عدل و فلاح کا قیام (Purpose of Govt: Maintenance of Justice & Welfare System) ہو گا نہ کہ شخصی اقتدار کا قیام۔

۱۹۔ حکومت اور عوام کو باہم حقوق و فرائض (Duties & Rights of Govt & People) حاصل ہوں گے۔

۲۰۔ اقتدار کے اختیار کا مقصود خلافت نبوی کا نفاذ (Viceregency of Holy Prophet in Exercise of Govt Powers) ہوگا۔

۲۱۔ مذہبی آزادی کی ضمانت (Guarentee of Religious Freedom) دی جائے گی۔

۲۲۔ سیاسی آزادی کی ضمانت (Guarentee of Political Freedom) دی جائے گی۔

۲۳۔ بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت (Guarentee of Equal Human Rights) ہوگی۔

۲۴۔ حکومتی اختیارات کی جواب دہی (Accountability in Exercise of Govt Powers) ریاست کے آئینی نظام کا حصہ ہوگی۔

سیرتِ نبوی کا آئینی پہلو

(Constitutional Aspect of Seerah)

حضور نبی اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد جن امور کو اپنی ترجیحات میں رکھا ان میں سرفہرست آئینی ریاست کی تشکیل اور اس کا دستور متفقہ طور پر منظور کروانا تھا۔ نئی ریاست کے دستور کی تیاری آپ نے قیام مدینہ کے ابتدائی دنوں میں ہی شروع کر دی تھی کیونکہ مدینہ طیبہ میں آپ سے پہلے ہونے والی جنگوں خصوصاً جنگ بعاث نے اہل مدینہ کو اس سوچ بچار پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ مدینہ میں مستقل خون ریزی اور قتل غارت کے خاتمے کیلئے کچھ اقدامات کریں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد اس بات کے امکانات بہت روشن ہو گئے کہ مدینہ طیبہ لاقانونیت کی کیفیت سے نکل کر ایک منظّم معاشرے میں ڈھل جائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی خدا داد پیغمبرانہ صلاحیت کے ذریعے شروع ہی سے ایسے اقدامات کیے جن سے آگے چل کر ایک متفقہ دستور کی منظوری کی راہ ہموار ہوئی مثلاً آپ ﷺ نے قباء کے بعد اہل خزرج کے ہاں قیام فرمایا۔ کیونکہ یہاں کے اکثر لوگ آپ ﷺ کے رشتہ دار تھے۔ حضرت عبدالمطلب کی والدہ قبیلہ خزرج سے ہی تھیں۔ چنانچہ یہاں سے آپ کو دستور کی تیاری اور دستور کی منظوری کے حوالے سے واضح حمایت ملنے کے امکانات روشن تھے۔ آپ ﷺ نے وہاں قیام کیا جہاں بنونجار کا قبیلہ رہتا تھا اور جلد ہی وہاں کے لوگوں کا ایک اجلاس طلب کیا گیا۔ اس اجلاس میں مدینہ کی وادی کے تمام نمائندے موجود تھے اور ان کے سامنے قیام حکومت کی تجویز پیش کی گئی۔ اس تجویز کو تقریباً سبھی لوگوں نے قبول کر لیا۔ مخالفت کرنے والے قبیلہ اَوس کے دو یا چار افراد تھے۔ اس طرح ایک مملکت کے قیام کی ابتداء ہوئی جس سے تاریخ انسانیت میں ایک نئے علمی، سیاسی، فکری، دستوری، معاشی اور سماجی دور کا آغاز ہوا اور انسانیت دور قدیم سے دور جدید میں داخل ہوگئی۔

بنیادی سنگ میل جو اس دورِنو کے آغاز کا باعث بنا، حکمرانوں اور رعایا کے باہمی حقوق و فرائض کا تعین کرنے والا ایک تاریخی دستور تھا۔ یہ دستور تمام شرکاء اجلاس کے مشورے سے مرتب اور منظور ہوا۔ اس طرح کائنات انسانی کا پہلا تحریری دستور وجود میں آیا۔

یہ دستور ریاست کی نوعیت و حیثیت، افراد ریاست کی آئینی حیثیت اور دیگر ریاستی امور سمیت تمام تفصیلات کا جامع احاطہ کرتا تھا جس کی تفصیل یہاں بیان کی جا رہی ہے۔

ریاستِ مدینہ کے آئین کا دستوری و سیاسی تجزیہ

(Analysis of Constitution of Madina)

میثاق مدینہ نہ صرف دنیا کا پہلا تحریری دستور ہونے کے ناطے امتیازی حیثیت کا حامل ہے بلکہ اپنے نفس مضمون کے اعتبار سے بھی اعلیٰ ترین دستوری اور آئینی خصوصیات کا مرقع ہے۔ اگر جدید آئینی و دستوری معیارات اور ضوابط کی روشنی میں میثاق مدینہ کا تجزیہ کیا جائے تو وہ تمام بنیادی خصوصیات جو ایک مثالی آئین میں ہونی چاہئیں، میثاق مدینہ میں موجود نظر آتی ہیں جن میں سے چند ایک کا تذکرہ ذیل میں کیا گیا ہے:

ا۔ آئینِ ریاستِ مدینہ کے بنیادی اُصول

(Fundamental Principles of Constitution of Madina)

ا۔ اللہ تعالیٰ کی حقیقی حاکمیت کا تصور

(Real & ultimate Soveresiguty of Almighty Allah)

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی نیابتی حاکمیت کا تصور

(State Authority of the Holy Prophet ﷺ)

۳۔ تحریری دستور (Written Constitution)

۲۔ تشکیلِ مملکت (Establishment of State)

۱۔ روحِ جمہوریت (Spirit of Democracy)

۲۔ مملکت کی اخلاقی اساس (Moral Foundation of State)

۳۔ کثیر الثقافتی سوسائٹی کا قیام
(Establishment of Multi Cultural Society)

۴۔ قومی وحدت (National Unity)

۵۔ ریاستی قومیتوں کا تصور
(Recognition of Different Nations of State)

۳۔ نظامِ مملکت (System of State)

۱۔ اختیارات کی عدم مرکزیت (Devolution of Authority)

۲۔ اختیارات کا توازن (Balance of Powers)

۳۔ علاقائی خود مختاری (Regional Autonomy)

۴۔ قانون کی حکمرانی اور بالادستی (Rule of Law)

۵۔ مقامی رسوم و قوانین کا احترام
(Recognition of Local Customs & Laws)

۶۔ معاشی کفالت کا تصور (Economics Self Reliance)

۷۔ دفاعی معاہدات (Defence Pacts & Alliances)

۴۔ معاصر امتیازات (Contemporary Distinctions)

۱۔ بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت

(Guarantee of Fundamental Human Rights)

۲۔ مذہبی آزادی کا تحفظ

(Protection of Religious Freedom)

۳۔ اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ

(Protection of Minority Rights)

۴۔ خواتین کے حقوق کا تحفظ (Protection of Women Rights)

۵۔ نفاذِ آئین کی ضمانت

(Gaurantee of Constitution's Enforcement)

۱۔ سازشی اور تخریبی سرگرمیوں کا تدارک

(Eradication of Conspiracies)

۲۔ مدینہ کا دار الامن قرار دیا جانا

(Madina was Declared Sanctuary)

آئین مدینہ کی یہی جامعیت تھی کہ آج کے دستوری و آئینی ارتقاء کے زمانے میں بھی اغیار نے اس کی اس اہمیت کا اعتراف کیا۔معروف مغربی مفکر واٹ (Watt M. Watt) ریاست مدینہ کے دستور کی آئینی اہمیت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> In the main early source (apart from the Qur'an) for the career of Muhammad there is found a document which may conveniently be called 'the Constitution of Medina'.(1)

(1) Watt Montgomery Watt, *Islamic Political Thought: The Basic Concepts*, p. 4.

”اسلام کے ابتدائی دور میں قرآن حکیم کے علاوہ بھی ایک ایسا document پایا جاتا ہے، جسے عام طور پر ”دستورِ مدینہ“ کہا جاتا ہے۔“

Thus the term 'Messenger of God' in contrast to 'Prophet' may indicate that the practical and political activity in which Muhammad engaged was commissioned by God. If we look more generally at the relation between religion and politics, it is helpful to consider first the place of religion in the life of an individual. In the case of a person to whom religion means something and is not a merely nominal adherence, two points may be emphasized. First, the ideas of his religion constitute the intellectual frame - work within which he sees all his activity taking place. It is from this relationship to a wider context that his activities gain their significance, and a consideration of this relationship may influence his general plan for his life in particular ways. Secondly, because religion brings an awareness of this wider context in which the possible aims for a man's life are set, it may often generate the motives for his activity; indeed, without the motives given by religion some activities cannot be carried out. From these two points it is seen that religion has a central position in a man's life, not because it determines many of the details (though in some cases it may), but because it gives him general aims in life and helps to concentrate his energies in the pursuit of

these aims.[1]

''نبی (Prophet) کی بجائے پیغمبرِ خدا (Messenger of God) کی اصطلاح کا استعمال واضح کرتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ جس عملی و سیاسی سرگرمیوں میں مشغول تھے وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کی گئی تھیں۔ اگر ہم مذہب وسیاست کے باہمی تعلق پر غور کریں تو فرد کی زندگی میں مذہب کے مقام کا تعین کرنا سہل ہوگا۔ جس شخص کے نزدیک مذہب صرف برائے نام وابستگی کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ واقعتاً کچھ وقت رکھتا ہے، اس کے بارے میں دو نکات قابلِ غور ہیں:

۱۔ اس کے مذہبی نظریات اس کا عقلی ڈھانچہ ترتیب دیتے ہیں، جس میں وہ اپنے تمام اعمال پرکھتا ہے۔ اسی تعلق کے وسیع تناظر میں اس کی سرگرمیاں اپنی اہمیت اختیار کرتی ہیں، اور اسی تعلق پر غور و فکر اس فرد کی زندگی کے خاص گوشوں کو عمومی طور پر متاثر کرتا ہے۔

۲۔ چونکہ مذہب اس وسیع تناظر کے بارے میں شعور پیدا کرتا ہے جس میں آدمی کے مقاصد حیات متعین ہوتے ہیں اس لیے یہ اس کے اعمال کا محرک بھی ہوتا ہے۔ درحقیقت مذہبی ترغیب کے بغیر کئی سرگرمیاں جاری نہیں رکھی جاسکتیں۔

''مذکورہ نکات سے واضح ہوتا ہے کہ مذہب کو فرد کی زندگی میں مرکزی حیثیت حاصل ہے اور یہ اس وجہ سے نہیں کہ مذہب زندگی کی بہت سی جہات متعین کرتا ہے بلکہ اس لیے کہ یہ زندگی کے عام مقاصد متعین کرتا ہے اور فرد کو ان مقاصد کے حصول کے لیے اپنی توانائیاں مرکوز کرنے میں مدد دیتا ہے۔''

(1) Watt Montgomery Watt, *Islamic Political Thought: The Basic Concepts*, p. 28.

اب ہم دستور مدینہ کا درج ذیل عنوانات کے تحت مطالعہ کرتے ہیں:

۱۔ مبادیات (Preliminaries)

۲۔ ریاست کا اقتدارِ اعلیٰ (Supreme Authority of State)

۳۔ عمومی اُصول (Fundamental Principles)

۴۔ بنیادی حقوق (FundamentalRights)

۵۔ قانون سازی (Legislation)

۶۔ عدلیہ (Judiciary)

۷۔ انتظامی معاملات (Executive Matters)

۸۔ دفاع (State defence)

۹۔ خارجہ اُمور (Foriegn Affairs)

۱۰۔ اقلیتیں (Minorities)

۱۱۔ نظام کا تسلسل (Continuty of System)

۱۲۔ آئینِ مدینہ اور دساتیرِ عالم: ارتقاء و نفاذ کا جائزہ (Constitution of Madina & World Constitutions: Development & Execution)

۱۔ مبادیات (Preliminaries)

اگر ہم دستور مدینہ کا تقابل جدید دساتیر کے ساتھ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ دستور مدینہ میں جزئیات اور تفصیلات طے کرنے سے پہلے دستوری مبادیات کا ذکر کیا گیا۔

ان تصورات کی توضیح و تعریف کی گئی جو ریاست کی تشکیل، آئین کے نفاذ اور اس کی مؤثریت کی حدود کا تعین کرتے ہیں۔ ان مبادیات میں اہل مدینہ کا آئینی مرتبہ، ریاست مدینہ کی آئینی حیثیت اور اس کی حدود وغیرہ کا تعین شامل ہیں جیسا کہ درج ذیل آرٹیکلز سے ظاہر ہے:

(۱) دستوری قومیت کا تصور

(Concept of Constitutional Nation)

أنهم أمة واحدة من دون الناس۔[۱]

’’تمام (دنیا کے دیگر) لوگوں کے بالمقابل ان کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت (قومیت) ہوگی۔‘‘

(۲) ریاست کی جغرافیائی حدود (Territory of the State)

و أن يثرب حرام جوفها لأهل هذه الصحيفة۔[۲]

’’اور یثرب کا جوف (یعنی میدان جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے) اس دستور والوں کے لیے حرم (دار الامن) ہوگا (یعنی یہاں آپس میں جنگ کرنا منع ہوگا)۔‘‘

مدینہ منورہ کا حرم ہونا نہ صرف دستور مدینہ کی مروجہ بالاشق سے ثابت ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی کئی دستاویزات میں مدینہ کی اس خصوصی حیثیت کا ذکر کیا گیا۔ آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر اہل مدینہ اور قرب و جوار کے لوگوں کو مدینہ کی اس حیثیت سے تحریری و غیر تحریری طور پر آگاہ کیا تاکہ وہ ریاست مدینہ کی حدود اور اس کے تقدس کو جان لیں۔

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل:۳

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل:۴۹

یہاں چند روایات بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ روی أحمد في مسنده بإسناده عن نافع بن جبير قال: ’’خطب مروان الناس فذكر مكة و حرمتها فناداه رافع بن خديج فقال: ’’إنّ مكّة إن تكن حرماً فإنّ المدينة حرم حرّمها رسول الله ﷺ و هو مكتوب عندنا في أديم خولاني إن شئت أن نُقرِئكه فعلنا، فناداه مروان أجل بلغنا ذلک‘‘۔(۱)

’’احمد بن حنبل نے ’’مسند‘‘ میں اپنی اِسناد سے حضرت رافع بن جبیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: مروان نے لوگوں کو خطاب کیا اور مکہ اور حرمتِ مکہ کا ذکر کیا تو رافع بن خدیج نے اس کو پکار کر کہا اگر مکہ حرمت والا ہے تو مدینہ بھی حرمت والا ہے اس کی حرمت خود حضور نبی اکرم ﷺ نے بیان کی ہے اور وہ ہمارے پاس چمڑے پر لکھی ہوئی موجود ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو ہم اس کو پڑھ کر سنا دیتے ہیں، پس مروان نے کہا ٹھیک ہے ہمیں یہ بات (پہلے ہی) پہنچ چکی ہے۔‘‘

۲۔ عن أبي جحيفة: أنّه دخل على عليّ رضی اللہ عنہ فدعا بسيفه، فأخرج من بطن السيف أديمًا عربيًّا فقال: ما ترک رسول الله ﷺ كتاب الله الذي أنزل إلّا وقد هذا فإذا فيه: ’’بسم الله الرحمن الرحيم. محمد رسول الله، قال: لكلّ نبيّ حرم، و حرمي المدينة‘‘۔(۲)

’’ابن جحیفہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، آپ

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۴۱

(۲) ۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۳: ۳۰۱

۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۶: ۳۵۶، رقم: ۶۶۰۷

رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار منگوائی اور اس کے غلاف سیف سے ایک عربی چمڑا نکالا اور آپ نے کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے کتاب اللہ جوان پر نازل ہوئی میں سے جو کچھ چھوڑا وہ یہی ہے اور اس چمڑا میں یہ بھی مکتوب تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد اللہ کے رسول ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کا کوئی نہ کوئی حرم ہے اور میرا حرم مدینہ ہے۔‘‘

معروف مغربی مفکر واٹ (Watt M. Watt) ریاست مدینہ کی جغرافیائی حدود کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

From most parts of Arabia tribes or sections of tribes sent representatives to Medina seeking alliance with him. By the time of his death in June 632, despite rumblings of revolt, he was in control of much of Arabia. The Islamic state had no precisely defined geographical frontiers, but it was certainly in existence. (1)

’’بہت سے عرب قبائل اور مدینہ کی طرف بھیجے گئے قبائلی وفود حضرت محمد ﷺ سے اتحاد (alliance) کے خواہاں تھے۔ بہت سی باغیانہ کوششوں کے باوجود جون ۶۳۲ء میں آپ ﷺ کے وصال تک بیشتر جزیرہ عرب پر آپ ﷺ کا اقتدار اور حکومت تھی۔ اگرچہ اسلامی سلطنت کی کوئی معروف جغرافیائی حدود متعین نہیں کی گئی تھی لیکن یہ عملاً وجود میں آ چکی تھی۔‘‘

(۳) ریاست کی آبادی (Population of the State)

هذا كتاب من محمد النبی ﷺ (رسول اللّٰہ) بين المؤمنين و

(1) Watt Montgomery Watt, *Islamic Political Thought: The Basic Concepts*, p. 4.

المسلمين من قريش و (أهل) يثرب و من تبعهم، فلحق بهم وجاهد معهم، أنهم أمة واحدة من دون الناس۔(۱)

’’یہ اللہ کے نبی اور رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے دستوری تحریر (دستاویز) ہے۔ یہ معاہدہ مسلمانانِ قریش اور اہلِ یثرب اور ان لوگوں کے مابین ہے جو ان کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ شامل ہوجائیں اور ان کے ہم راہ جنگ میں حصہ لیں۔ (یہ سب گروہ ریاستِ مدینہ کے آئینی طبقات متصور ہوں گے)۔ تمام (دنیا کے دیگر) لوگوں کے بالمقابل ان کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت (قومیت) ہوگی۔‘‘

و أنه من خرج آمن و من قعد آمن بالمدينة، إلا من ظلم و أثم۔(۲)

’’اور جو جنگ کو نکلے وہ بھی اَمن کا مستحق ہوگا اور جو مدینے میں بیٹھ رہے تو وہ بھی اَمن کا مستحق ہوگا، سوائے اس کے جو ظلم اور قانون شکنی کا مرتکب ہو۔‘‘

ریاست مدینہ کی آبادی بعض مضافاتی قبائل پر بھی مشتمل تھی۔ ریاست مدینہ کی بنیادی حدود سے باہر ایسے قبائل بھی تھے جنہوں نے دستور مدینہ کی اتھارٹی کو تسلیم کر کے ریاست مدینہ سے الحاق کر لیا تھا۔ آپ نے ان کی طرف بھی معاہداتی اور ہدایاتی دستاویزات بھجوائیں ان میں ان قبائل اور گروہوں کی بطور ریاست مدینہ کی آبادی کے توثیق ملتی ہے۔ یہ دستاویزات ان قبائل کے ان تمام حقوق و فرائض کو بیان کرتی ہیں جو کسی ریاست کے عام شہریوں کو اس ریاست کا آئین اور قانون عطا کرتا ہے۔ یہاں بنی غفار اور بنی نھد کی طرف آپ کے بھیجے گئے مکاتیب بیان کئے جاتے ہیں۔ بنی غفار کے نام آپ نے لکھا:

---

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۱، ۲، ۳

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۶۲

إنهم من المسلمين لهم ما للمسلمين و عليهم ما على المسلمين، و إن النّبي عقد لهم ذمّة الله و ذمّة رسوله على أموالهم و أنفسهم، و لهم النصر على من بدأهم بالظلم، و إن النّبي إذا دعاهم لينصروه أجابوه و عليهم نصره إلّا من حارب في الدين ما بلّ بحر صوفة، و إن هذا الكتاب لا يحول دون إثم۔(۱)

’’بے شک وہ مسلمانوں میں سے ہیں اور ان کے لئے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے لئے ہیں اور ان پر وہی فرائض اور ذمہ داریاں واجب ہیں جو دیگر مسلمانوں پر واجب ہیں۔ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کے اموال و جانوں کا ذمہ اپنے اور خدا کے ذمے قرار دیا ہے۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ ان کو نصرت و مدد کے لئے پکاریں تو وہ آپ کی مدد کریں اور آپ ان پر آپ ﷺ کی مدد کرنا ضروری ہے سوائے اس کے جو دین میں جھگڑا کرے اور جو گمراہی کے سمندر میں گرے اور یہ خط (عہد نامہ) گناہ کے علاوہ کسی کام میں حائل ہونے والا نہیں ہے۔‘‘

اس توثیق سے کنفیڈریشن (confederation) کا ثبوت ملتا ہے، کیونکہ یہ قبائل سیاست مدینہ تشکیل دینے والے بنیادی گروہوں میں شامل نہیں تھے۔ انہوں نے بعد ازاں اس ریاست سے الحاق کیا۔

آپ ﷺ نے قیس بن الحصین ذی الغصّۃ کو بنوحارث اور بنونہد کے لئے یہ دستاویز بھجوائی:

إن لهم ذمة الله و ذمة رسوله، لا يحشرون ولا يعشرون ما أقاموا

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۲۷۴
۲۔ ابن حبیب، کتاب المحبر، ۱۱۱

الصلاة، و آتوا الزکاة، و فارقوا المشرکین، و أشهدوا علی إسلامهم، و إن في أموالهم حقّاً للمسلمین۔[(۱)]

''بے شک ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے۔ انہیں نہ جلا وطن کیا جائے گا اور نہ ہی ان سے عشر وصول کیا جائے گا جب تک انہوں نے نماز قائم کیے رکھی اور زکوۃ ادا کی اور مشرکین سے جدائی اختیار کی اور ان کے اسلام پر گواہ ہو جاؤ۔ اور بے شک ان کے اموال میں مسلمانوں کا بھی حق ہے۔''

(۴) کثیر الثقافتی معاشرے کا تصور (Multicultural Society)

بین المؤمنین و المسلمین من قریش و (أهل) یثرب و من تبعهم۔[(۲)]

''یہ معاہدہ مسلمانانِ قریش اور اہلِ یثرب اور ان لوگوں کے مابین ہے جو ان کے تابع ہوں۔''

المهاجرون من قریش علی ربعتهم یتعاقلون بینهم معاقلهم الأولی، و هم یفدون عانیهم بالمعروف و القسط بین المؤمنین۔[(۳)]

''قریش میں سے ہجرت کر کے آنے والے اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۲۶۸
(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۲
(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۴

ساتھ رہا کروائیں گے۔‘‘

و بنو عوف علی ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولی، و كل طائفة تفدی عانيها بالمعروف و القسط بين المؤمنين۔ (۱)

’’اور بنی عوف اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ چھڑائے گا۔‘‘

۲۔ ریاست کے اِقتدارِ اَعلیٰ کا تصور

(Supreme Authority & Sovereignty of State)

آئین مدینہ سے پہلے ریاست، حکمران اور اقتدار کی تمیز کا کوئی تصور موجود نہیں تھا۔ حاکم وقت ہی مقتدرِ اعلیٰ ہوتا تھا، وہی اقتدار کا سر چشمہ اور قانون کا حتمی منبع و ماخذ بھی تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اقتدار اعلیٰ کا تصور دیتے ہوئے ریاست کے اجزائے ترکیبی کو روحانی اجزائے ترکیبی اور مادی اجزائے ترکیبی میں تقسیم کر کے ریاست کے حکمرانوں کو اقتدار اعلیٰ سے بالکل الگ کر دیا اور انہیں عوام ہی کی طرح اقتدار اعلیٰ کے سامنے جواب دہ اور ذمہ دار ہونے کا تصور دیا۔ حکمرانوں کے اقتدار کے تمام تر استبدادی، استحصالی اور جابرانہ امکانات کو مسدود کرنے کیلئے آپ ﷺ نے مطلق اقتدار کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات کو قرار دیا جس کی نیابت رسول اللہ ﷺ کو حاصل تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ہی آنے والے ایام میں ریاست مدینہ میں اقتدار الٰہی کے استعمال کی حدود کا تعین اپنے عمل کے ذریعے کرنا تھا۔ جس سے مستقبل کے تمام حکمرانوں کو رہنمائی ملنی تھی اور ان کیلئے اقتدار اعلیٰ کے نام پر کسی بھی طرح اصولوں کی پامالی یا ذاتی تمناؤں اور خواہشات کو پورا کرنے

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۵

کیلئے اصولوں اور ضابطوں کو نظرانداز کرنے کے تمام اختیارات کا قلع قمع ہو جانا تھا لہٰذا آپ ﷺ نے یہ امر دستور مدینہ میں اصولی طور پر طے کر دیا کہ اقتدار اعلیٰ کا منبع اللہ کی ذات ہو گی اور اس کے نیابتی نمائندہ حضور ﷺ ہوں گے۔ جس کا بین السطور مفہوم یہ بھی تھا کہ مستقبل میں آنے والا ہر حکمران حضور نبی اکرم ﷺ کا نائب ہو گا جیسا کہ آگے چل کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ خلافت میں بھی ارشاد فرمایا۔ (۱)

اب ہم اس باب میں ریاست مدینہ کے کچھ آرٹیکل پیش کرتے ہیں:

اللہ اور رسول ﷺ مقتدرِ اعلیٰ ہیں

(Allah & Prophet Muhammad ﷺ are the Sovereign)

ریاست مدینہ میں حقیقی مقتدر اعلیٰ اللہ تعالیٰ اور آئینی، سیاسی اور انتظامی حیثیت میں مقتدر اعلی حضور نبی اکرم ﷺ ہوگے۔ وہ اس حیثیت میں اللہ تعالی کے دیئے ہوئے اقتدار کو روبہ عمل لائیں گے:

ھذا کتاب من محمد النبی (رسول اللہ) ﷺ۔ (۲)

''یہ اللہ کے نبی اور رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے دستوری تحریر (دستاویز) ہے۔''

و أنکم مما اختلفتم فیه من شیء، فإن مرده إلی اللہ و إلی محمد (ﷺ)۔ (۳)

---

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۶:۸۲
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۳:۱۸۲
۳۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ۵:۲۴۸
۴۔ حلبی، السیرۃ الحلبیۃ، ۳: ۴۸۳
(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۱
(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۲۸

’’اور جب کبھی تم میں کسی چیز کے متعلق اِختلاف ہو تو اسے اللہ اور محمد (ﷺ) کی طرف لوٹایا جائے گا، (کیوں کہ آخری اور حتمی حکم اللہ اور اس کے رسول محمد (ﷺ) کا ہی ہے)۔‘‘

و أنه لا یخرج منھم أحد إلا بإذن محمد (ﷺ)۔(۱)

’’اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی محمد (ﷺ) کی اِجازت کے بغیر (فوجی کارروائی کے لیے) نہیں نکلے گا۔‘‘

و أنه ما کان بین أھل ھذہ الصحیفة من حدث، أو اشتجار یخاف فسادہ، فإن مردہ إلی اللہ و إلی محمد رسول اللہ ﷺ و أن اللہ علی أتقی ما فی ھذہ الصحیفة و أبرّہ۔(۲)

’’اور یہ کہ اِس دستور والوں میں جو بھی قتل یا جھگڑا رونما ہو، جس سے فساد کا ڈر ہو تو اِس میں خدا اور خدا کے رسول محمد (ﷺ) سے رجوع کیا جائے گا، اور خدا اس شخص کے ساتھ ہے جو اِس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ اِحتیاط اور زیادہ سے زیادہ وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔‘‘

و أن اللہ جار لمن برّ و اتقی، و محمد رسول اللہ (ﷺ)۔(۳)

’’جو اِس دستور کے ساتھ وفا شعار رہے اور نیکی و اَمن پر کاربند رہے، اللہ اور اس کے رسول محمد (ﷺ) اس کے محافظ و نگہبان ہیں۔‘‘

دستورِ مدینہ کے یہ آرٹیکل ریاست کی حاکمیت اعلیٰ کے تعین کے ساتھ ساتھ آپ کی پیغمبرانہ بصیرت اور کمال دستوری مہارت کے شاہد بھی ہیں۔ آرٹیکل نمبر ا کے الفاظ

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۴۱

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۵۲

(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۶۳

سے ظاہر ہے کہ اہلِ مدینہ نے اس دستور کے مطابق آپ کو معاہدہ اور میثاق کے برابر فریق کے طور پر نہیں بلکہ دستورساز اتھارٹی (Law Giving Authority) کے طور پر قبول کیا جیسا کہ آرٹیکل نمبر ا کے الفاظ ...... **ھذا کتاب من محمد النبی** ﷺ ...... سے ظاہر ہے جبکہ معاہدہ کے فریقین کا ذکر ''بین'' کے بعد اس طرح کیا گیا:

بین المؤمنین و المسلمین من قریش و (أهل) یثرب و من تبعهم، فلحق بهم و جاهد معهم۔

''یہ معاہدہ مسلمانانِ قریش اور اہلِ یثرب اور ان لوگوں کے مابین ہے جو ان کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ شامل ہوجائیں اور ان کے ہم راہ جنگ میں حصہ لیں۔''

ان فریقین کے معاہدہ کے برابر کا شریک بن جانے کے بعد ان کی دستوری و آئینی وحدت کو بیان کیا گیا ہے:

أنهم أمة واحدة من دون الناس۔

''(یہ سب گروہ ریاستِ مدینہ کے آئینی طبقات متصور ہوں گے۔) تمام (دنیا کے دیگر) لوگوں کے بالمقابل ان کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت (قومیت) ہو گی۔''

گویا یہ تمام فریق باہم مل کر دیگر اقوام کے مقابلہ میں ایک قوم اور ایک ملت ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ ان سب پر حاکم، مقتدر اور ان کے دستور دہندہ ہیں۔ دستور مدینہ کے ان آرٹیکلز نے مستقبل میں قائم ہونے والی اسلامی ریاستوں میں بھی حاکمیت اعلیٰ کے مسئلے کو ہمیشہ کے لئے حل کر دیا۔ یعنی آئندہ جو بھی اسلامی ریاست قائم ہوگی وہ ریاستی طبقات کے درمیان ایک معاہدہ پر قائم ہوگی اور اس معاہدہ کے نتیجہ میں مقرر ہونے والا سربراہ چاہے اس کا نام (Nomenclature) کچھ بھی ہو حضور نبی اکرم ﷺ کا نائب

اور اس منصب حکمرانی کا امین ہوگا۔ اس نیابت و امانت کے باعث ہی وہ منصبًا خلیفہ متصور ہوگا۔ اس طرح اس کا ریاستی کردار، اقتدارِ اعلیٰ کا نہیں بلکہ نیابت (Vicegerency) کا رہے گا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اولین خطبہ خلافت سے ظاہر ہے۔[۱]

۳۔ عمومی اُصول (Fundamental Principles)

مبادیات کو بیان کرنے کے بعد دستور کے عمومی اصولوں کو بیان کیا گیا۔ جن میں ریاست کی حاکمیت اعلیٰ اور ریاستی معاملات کو چلانے کیلئے دستور کی فوقیت کو بیان کیا گیا۔ قانون سازی، انفرادی اور اجتماعی معاملات، بین الاقوامی معاملات دوسرے معاشروں اور قبائل کے ساتھ ربط کار میں دستور کی پیروی جیسے امور بھی بیان کیے گئے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ عمومی اصولوں کے باب میں جن امور کا ذکر کیا گیا ان میں اکثر کلیتًا فکری، مجرد اور ریاست کے روحانی عناصر کی حیثیت رکھتی ہیں جن کا اس دور تک کوئی بھی تصور نہیں تھا لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کا دستور مدینہ کے عمومی اصولوں کے باب میں ریاست کے روحانی، مابعد الطبیعاتی، مادی اور طبیعاتی عناصر کو بیان کرنا انسانیت پر ایک ایسا احسان ہے جس کے باعث آگے چل کر انسانی معاشرے کی تشکیل اور ریاست و اقتدار کے باب میں ظلم اور جبر کے تمام امکانات کو مسدود کرنے کی راہ ہموار ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں ریاست کے روحانی اور مادی عناصر کو بیان کرنے والے مفکرین کے پس منظر میں ہمیں ریاست مدینہ کے آئین کی یہی فکر اور اسلوب کارفرما نظر آتا ہے۔ اب اس کی تائید میں ہم ریاست مدینہ کے آئین سے کچھ آرٹیکلز پیش کر رہے ہیں۔

---

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرة النبویة، ۶: ۸۲

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۳: ۱۸۲

۳۔ ابن کثیر، البدایة والنہایة، ۵: ۲۴۸

۴۔ حلبی، إنسان العیون فی سیرة الأمین المأمون، ۳: ۴۸۳

(۱) ریاستی معاملات دستور کے تابع ہوں گے

(State Matters would be under Constitution)

و أنه لا يحلّ لمؤمن أقرّ بما فی هذه الصّحيفة، و آمن بالله و اليوم الآخر أن ينصر محدثاً أو يؤويه، و أن من نصره، أو آواه، فإن عليه لعنة الله و غضبه يوم القيامة، و لا يؤخذ منه صرف و لا عدل۔ (۱)

''اور کسی ایسے ایمان والے کے لیے جو اس دستور العمل (صحیفہ) کے مندرجات (کی تعمیل) کا اِقرار کر چکا ہو اور خدا اور یوم آخرت پر ایمان لا چکا ہو، یہ بات جائز نہ ہوگی کہ کسی قاتل کو مدد یا پناہ دے اور جو اسے مدد یا پناہ دے گا تو قیامت کے دن اس پر خدا کی لعنت اور غضب نازل ہو گا اور اس سے کوئی رقم یا معاوضہ قبول نہیں کیا جائے گا۔''

و أن البر دون الإثم، لا يكسب كاسب إلا علی نفسه۔ (۲)

''اور وفا شعاری ہوگی نہ کہ عہد شکنی، جو جیسا کرے گا ویسا ہی خود بھرے گا۔''

و أن الله علی أصدق ما فی هذه الصحيفه و أبرّه۔ (۳)

''اور خدا اس کے ساتھ ہے جو اس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ صداقت اور زیادہ سے زیادہ وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔''

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۲۷

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۵۹

(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۶۰

و أنه لا يحول هذا الكتاب دون ظالم أو آثم۔(۱)

''اور یہ دستوری دستاویز کسی ظالم یا عہد شکن کے علاوہ کسی کی راہ میں حائل نہیں ہوگی۔''

دستور کی حکمرانی کے قیام کے لئے موجود رسوم و روایات کو بھی بروئے کار لایا گیا۔ واٹ (Watt M. Watt) کے بقول:

The essential points defining the nature of the state (apart from the functions and privileges of the head of state) are the following:

The believers and their dependents constitute a single-community (umma). ...... Before we discuss these points in more detail the general comment may be made that this document is no invention of a political theorist, but is rooted in the mentality and mores of pre-Islamic Arabia. So any consideration of the nature of the Islamic state must begin by looking at the political conceptions which guided the activities of the pre-Islamic Arabs.(2)

''سربراہِ ریاست کے فرائض اور اختیارات کے علاوہ نوعیت ریاست واضح کرنے والے چند نکات درج ذیل ہیں:

''مسلمان اور ان کے تابع ایک جماعت (امہ) کی تشکیل کرتے ہیں ......
قبل اس کے کہ ہم ان نکات پر بالتفصیل بحث کریں، عام تبصرہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ مسودہ سیاسی مفکر کی ایجاد نہیں بلکہ اس کی جڑیں قبل از اسلامی عرب کی

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۲۱

(2) Watt Montgomery Watt, *Islamic Political Thought: The Basic Concepts*, p. 6.

ذہنی سوچ اور تہذیب میں پائی جاتی تھیں۔ پس اسلامی ریاست کی نوعیت پر غور وفکر کا آغاز ان سیاسی تصورات پر غور وفکر سے ہونا چاہیے جو قبل از اسلامی عرب کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔‘‘

(۲) دستور کی مخالفت کی ممانعت

(Prohibition to Violate Constitution)

و أن البر دون الإثم، لا يکسب کاسب إلا علی نفسه۔(۱)

’’اور (دستور کے ساتھ) وفا شعاری ہوگی نہ کہ عہد شکنی، جو شخص بھی اس کے (خلاف) کوئی اقدام کرے گا اس کا خمیازہ بھی وہ خود بھگتے گا۔‘‘

و أن اﷲ علی أصدق ما في هذه الصحيفه و أبره۔(۲)

’’اور خدا اس کے ساتھ ہے جو اس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ صداقت اور زیادہ سے زیادہ وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔‘‘

(۳) قانون کی حکمرانی (Rule of law)

و أن المؤمنين المتّقين أيديهم علی کل من بغی منهم، أو ابتغی دسيسة ظلماً أو إثماً أو عدواناً أو فساداً بين المؤمنين، و أن أيديهم عليه جميعاً و لو کان ولد أحدهم۔(۳)

’’اور متقی ایمان والوں کے ہاتھ ان میں سے ہر اس شخص کے خلاف اٹھیں گے

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۵۹

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۶۰

(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۱۶

جو سرکشی کرے یا استحصال بالجبر کرنا چاہے یا گناہ یا تعدی کا ارتکاب کرے، یا پر امن شہریوں (مؤمنوں) میں فساد پھیلانا چاہے اور ایسے شخص کے خلاف سب مل کر اٹھیں گے، خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔‘‘

و أنه ما كان بين أهل هذه الصّحيفة من حدث، أو اشتجار يخاف فساده، فإن مردّه إلى الله و إلى محمد رسول الله (ﷺ)، و أن الله على أتقى ما في هذه الصّحيفة و أبرّه۔(۱)

’’اور یہ کہ اس دستور والوں میں جو بھی قتل یا جھگڑا رونما ہو، جس سے فساد کا ڈر ہو تو اُس میں خدا اور خدا کے رسول محمد (ﷺ) سے رجوع کیا جائے گا، اور خدا اُس شخص کے ساتھ ہے جو اِس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ اِحتیاط اور زیادہ سے زیادہ وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔‘‘

و إذا دعوا إلى صلح يصالحونه ويلبسونه، فإنهم يصالحونه و يلبسونه، و أنهم إذا دعوا إلى مثل ذلک فإنه لهم على المؤمنين۔(۲)

’’اور اگر ان (یہودیوں) کو کسی صلح میں مدعو کیا جائے تو وہ بھی صلح کریں گے اور اس میں شریک رہیں گے اور اگر وہ کسی ایسے ہی اَمر کے لئے بلائیں تو مؤمنین کا بھی فریضہ ہوگا کہ ان کے ساتھ ایسا ہی کریں۔‘‘

و أن البر دون الإثم، لا يكسب كاسب إلا على نفسه۔(۳)

’’اور وفا شعاری ہوگی نہ کہ عہد شکنی؛ جو جیسا کرے گا ویسا ہی خود بھرے گا۔‘‘

---

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۵۲

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۵۵

(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۵۹

و أن اللہ علی أصدق ما فی ھذہ الصحیفة و أبرّہ۔[1]

’’اور خدا اُس کے ساتھ ہے جو اِس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ صداقت اور زیادہ سے زیادہ وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔‘‘

و أنه لا یحول ھذا الکتاب دون ظالم أو آثم۔[2]

’’اور یہ دستوری دستاویز کسی ظالم یا عہد شکن کے علاوہ کسی کی راہ میں حائل نہیں ہوگی۔‘‘

(۴) قانون شکنی کی بیخ کنی

(Prohibition of Violating Law)

و أنه لا یحلّ لمؤمن أقرّ بما فی ھذہ الصحیفة، و آمن باللہ و الیوم الآخر أن ینصر محدثاً أو یؤویه، و أن من نصرہ، أو آواہ، فإن علیه لعنة اللہ و غضبه یوم القیامة، و لا یؤخذ منه صرف و لا عدل۔[3]

’’اور کسی ایسے ایمان والے کے لیے، جو اس دستور العمل (صحیفہ) کے مندرجات (کی تعمیل) کا اِقرار کرچکا ہو اور خدا اور یوم آخرت پر ایمان لاچکا ہو، یہ بات جائز نہ ہوگی کہ کسی قاتل کو مدد یا پناہ دے اور جو اسے مدد یا پناہ دے گا تو قیامت کے دن اس پر خدا کی لعنت اور غضب نازل ہوگا اور اس سے کوئی رقم یا معاوضہ قبول نہیں کیا جائے گا۔‘‘

---

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۶۰

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۶۱

(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۲۷

(۵) اُمتِ مسلمہ کا اِمتیازی تشخص

(Distinguished Status of Muslim Ummah)

و أن المؤمنين بعضهم موالي بعض دون الناس۔[۱]

''اور ایمان والے بقیہ لوگوں کے مقابل باہم بھائی بھائی ہیں۔''

(۶) ریاستی باشندوں کا تشخص (Identity of State Citizens)

أنهم أمة واحدة من دون الناس۔[۲]

''ریاست مدینہ کے باشندے دنیا کے دیگر لوگوں کے بالمقابل ایک علیحدہ سیاسی وحدت (قومیت) ہوں گے۔''

(۷) دِفاعی اُمور کی نگرانی و قیادت

(Supervision and Leadership of Defence Affairs)

و أنه لا يخرج منهم أحد إلا بإذن محمد۔[۳]

''اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی محمد (ﷺ) کی اِجازت کے بغیر (فوجی کارروائی کے لیے) نہیں نکلے گا۔''

---

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۱۹

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳

(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۴۱

(۸) بین الاقوامی معاہدوں کی پاسداری

(Observance of International Treaties)

(فإنه لهم على المؤمنين) إلا من حارب في الدين۔[۱]

’’(اسی طرح مسلمانوں پر لازم ہے کہ اگر انہیں کسی معاہدۂ امن میں شرکت کی دعوت دی جائے تو وہ اس کی مکمل پابندی کریں) بجز اس کے کہ کوئی دینی جنگ کرے۔‘‘

۴۔ بنیادی حقوق (Fundamental Rights)

آغاز اسلام کے وقت حقوق کا واضح تصور موجود نہ تھا۔ جدید مغربی تاریخ بھی گواہ ہے کہ مغرب نے حق کے تصور سے آشنا ہونے میں اسلام کے بعد کم و بیش ایک ہزار سال تک انتظار کیا۔ دستور مدینہ میں بنیادی حقوق کا جامع تصور دیا گیا۔ جس میں بنیادی حقوق کی ضمانت اور تمام افراد معاشرہ حتی کہ خواتین اور معاشرتی اور معاشی طور پر محروم طبقات (Have nots) کے حقوق کے تحفظ کی بات کی گئی۔ آئین میں حقوق کی ادائیگی، حقوق کو قانونی تحفظ فراہم کرنے اور حقوق کے ادا کیے جانے سے متعلق امور کو بطور خاص بیان کیا گیا۔ اس باب میں آئین مدینہ کے نمایاں آرٹیکلز درج ذیل ہیں:

(۱) بنیادی اِنسانی حقوق کا تحفظ

(Protection of Fundamental Human Rights)

و أن ذمة الله واحدة، يجير عليهم أدناهم۔[۲]

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۵۶

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۱۸

”اور اللہ کا ذمہ ایک ہی ہے۔ ان (مسلمانوں) کا اَدنیٰ ترین فرد بھی کسی کو پناہ دے کر سب پر پابندی عائد کر سکے گا۔“

و أنه من تبعنا من يهود فإن له النصر والأسوة غير مظلومين ولا متناصر عليهم۔[1]

”اور یہودیوں میں سے جو ہماری (ریاستِ مدینہ کی) اِتباع کریں گے انہیں مدد اور مساوات حاصل ہوگی، اور ان پر کوئی ظلم روا نہیں رکھا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کسی کی مدد کی جائے گی۔“

و أن ليهود بني النجار مثل ما ليهود بني عوف۔[2]

”اور بنو نجار کے یہودیوں کو بھی بنو عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔“

و أن ليهود بني الحارث مثل ما ليهود بني عوف۔[3]

”اور بنو حارث کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔“

و أن ليهود بني ساعدة مثل ما ليهود بني عوف۔[4]

”اور بنو ساعدہ کے یہودیوں کو بھی بنو عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔“

---

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۲۰
(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۱
(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۲
(۴) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۳

و أن ليهود بني جشم مثل ما ليهود بني عوف۔[1]

''اور بنو جشم کے یہودیوں کو بھی بنو عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔''

و أن ليهود بني الأوس مثل ما ليهود بني عوف۔[2]

''اور بنو اَوس کے یہودیوں کو بھی بنو عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔''

و أن ليهود بني ثعلبة مثل ما ليهود بني عوف، إلا من ظلم و أثم فإنه لا يوقع إلا نفسه و أهل بيته۔[3]

''اور بنو ثعلبہ کے یہودیوں کو بھی بنو عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔ ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا اِرتکاب کرے تو خود اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔''

و أن جفنة بطن من ثعلبة كأنفسهم۔[4]

''اور (قبیلہ) جفنہ کو بھی ...... جو (قبیلہ) ثعلبہ کی ایک شاخ ہے ...... وہی حقوق حاصل ہوں گے جو (قبیلہ) ثعلبہ کو حاصل ہیں۔''

و أن لبني الشطيبة مثل ما ليهود بني عوف، و أن البر دون الإثم۔[5]

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل:۳۴

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل:۳۵

(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل:۳۶

(۴) میثاق مدینہ، آرٹیکل:۳۷

(۵) میثاق مدینہ، آرٹیکل:۳۸

’’اور بنو شطیبہ کو بھی بنو عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے، اور (اِس دستور سے) وفا شعاری ہو نہ کہ عہد شکنی۔‘‘

و أن موالی ثعلبة کأنفسهم۔[۱]

’’اور قبیلہ ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو قبیلہ ثعلبہ کو۔‘‘

و أن بطانة یهود کأنفسهم۔[۲]

’’اور یہودیوں کی ذیلی شاخوں کو بھی اَصل کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔‘‘

(۲) آئینی تشخص کا حق (Right of Constitutional Identity)

بین المؤمنین و المسلمین من قریش و (أهل) یثرب و من تبعهم فلحق بهم و جاهد معهم۔[۳]

’’یہ معاہدہ مسلمانانِ قریش اور اہلِ یثرب اور ان لوگوں کے مابین ہے جو ان کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ شامل ہوجائیں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں، (یہ سب گروہ ریاستِ مدینہ کے آئینی طبقات متصور ہوں گے)۔‘‘

(۳) آئینی مساوات کا حق (Right of Constitutional Equality)

و أن یهود الأوس موالیهم و أنفسهم علی مثل ما لأهل هذه الصحیفة، مع البر المحض من أهل هذه الصحیفة۔[۴]

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۹
(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۴۰
(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۲
(۴) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۵۸

’’اور (قبیلہ) اوس کے یہودیوں کو ...... موالی ہوں یا اصل ...... وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس دستور والوں کو حاصل ہیں، اور وہ بھی اس دستور والوں کے ساتھ خالص وفا شعاری کا برتاؤ کریں گے۔‘‘

(۴) حقوق میں برابری (Equality in Rights)

و أن ليهود بني النجار مثل ما ليهود بني عوف۔(۱)

’’اور بنی نجار کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔‘‘

و ان ليهود بني الحارث مثل ما ليهود بني عوف۔(۲)

’’اور بنی حارث کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔‘‘

و أن ليهود بني ساعدة مثل ما ليهود بني عوف۔(۳)

’’اور بنی ساعدہ کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔‘‘

و أن ليهود بني جشم مثل ما ليهود بني عوف۔(۴)

’’اور بنی جشم کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔‘‘

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۱
(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۲
(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۳
(۴) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۴

و أن لیهود بنی الأوس مثل ما لیهود بنی عوف۔[(۱)]

''اور بنی اَوس کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔''

و أن لیهود بنی ثعلبة مثل ما لیهود بنی عوف، إلا من ظلم و أثم، فإنه لا یوقع إلا نفسه و أهل بیته۔[(۲)]

''اور بنی ثعلبہ کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔ ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا اِرتکاب کرے تو خود اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔''

و أن جفنة بطن من ثعلبه كأنفسهم۔[(۳)]

''اور (قبیلہ) جفنہ کو بھی ...... جو (قبیلہ) ثعلبہ کی ایک شاخ ہے ...... وہی حقوق حاصل ہوں گے جو (قبیلہ) ثعلبہ کو حاصل ہیں۔''

و أن لبنی الشطیبة مثل ما لیهود بنی عوف، و أن البردون الإثم۔[(۴)]

''اور بنی شطیبہ کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے، اور (اس دستور سے) وفا شعاری ہو نہ کہ عہد شکنی۔''

و أن موالی ثعلبة كأنفسهم۔[(۵)]

---

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۵
(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۶
(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۷
(۴) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۸
(۵) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۹

’’اور بنو ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنو ثعلبہ کو۔‘‘

و أن بطانة يهود كأنفسهم۔ (۱)

’’اور یہودیوں کی ذیلی شاخوں کو بھی اصل کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔‘‘

(۵) قانون کی اِطاعت ونفاذ میں برابری کا حق

(Right of Equality in Obedience of Law)

و كل طائفة تفدى عانيها بالمعروف و القسط بين المؤمنين۔ (۲)

’’ہر گروہ اپنے قیدیوں کا زرِ فدیہ ادا کر کے انہیں مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ رہا کرائے گا۔‘‘

(۶) عدل و اِنصاف پر مبنی قوانین کے تحفظ کا حق

(Right to Continue Just Laws)

المهاجرون من قريش على ربعتهم يتعاقلون بينهم معاقلهم الأولى، و هم يفدون عانيهم بالمعروف و القسط بين المؤمنين۔ (۳)

’’قریش میں سے ہجرت کر کے آنے والے اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ رہا کرائے گا۔‘‘

---

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۴۰

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۱۳

(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۴

و بنو عوف علی ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولی، و کل طائفة تفدی عانيها بالمعروف و القسط بين المؤمنين۔[(۱)]

’’اور بنی عوف اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ چھڑائے گا۔‘‘

و بنو حارث (بن الخزرج) علی ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولی، و کل طائفة تفدی عانيها بالمعروف و القسط بين المؤمنين۔[(۲)]

’’اور بنو حارث بن خزرج اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ رہا کرائے گا۔‘‘

و بنو ساعدة علی ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولی، و کل طائفة تفدی عانيها بالمعروف و القسط بين المؤمنين۔[(۳)]

’’اور بنوساعدہ اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کرمومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ رہا کرائے گا۔‘‘

و بنو جشم علی ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولی وکل طائفة

---

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل:۵

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل:۶

(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل:۷

تفدی عانیها بالمعروف و القسط بين المؤمنين۔(۱)

''اور بنو جشم اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ رہا کرائے گا۔''

و بنو النجار على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولى، و كل طائفة تفدی عانیها بالمعروف و القسط بين المؤمنين۔(۲)

''اور بنونجار اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ رہا کرائے گا۔''

و بنو عمرو بن عوف على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولى، و كل طائفة تفدی عانیها بالمعروف والقسط بين المؤمنين۔(۳)

''اور بنوعمرو بن عوف اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ رہا کرائے گا۔''

و بنو النبيت على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولى، و كل طائفة تفدی عانیها بالمعروف و القسط بين المؤمنين۔(۴)

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۸

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۹

(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۱۰

(۴) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۱۱

’’اور بنو نبیت اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی کو خود فدیہ دے کر مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ رہا کرائے گا۔‘‘

و بنو الأوس علی ربعتهم یتعاقلون معاقلهم الأولی، و کل طائفة تفدی عانیها بالمعروف و القسط بین المؤمنین۔(۱)

’’اور بنو اَوس اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ رہا کرائے گا۔‘

(۷) قانون کی پابندی کرنے پر ریاستی تحفظ کا حق

(Right of State Security on Abiding State Law)

و أن المؤمنین المتقین علی أحسن هدی و أقومه۔(۲)

’’اور بلا شبہ ایمان اور تقویٰ والے سب سے اچھے اور سیدھے راستے پر ہیں۔‘‘

و أن الله جار لمن بر و أتقی، و محمد رسول الله۔(۳)

’’جو اس دستور کے ساتھ وفا شعار رہے اور نیکی و اَمن پر کاربند رہے تو اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ اس کے محافظ و نگہبان ہیں۔‘‘

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۱۲
(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۲۴
(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۶۳

(۸) مظلوم کا حصولِ اِنصاف کا حق

(Right of Justice for Oppressed)

و أنه لا یأثم امرء بحلیفه، و أن النصر للمظلوم۔(۱)

''کوئی فریق یا جماعت اپنے کسی حلیف کی وجہ سے معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گی اور مظلوم کی دادرسی لازماً کی جائے گی۔''

(۹) ناکردہ جرائم سے برات کا حق

(Freedom from the Penalty of Undone Crimes)

و أنه من فتک فبنفسه فتک و أهل بیته إلا من ظلم، و أن الله علی أبر هذا۔(۲)

''اور جو خون ریزی کرے تو صرف اس کی ذات اور اس کا گھرانہ ہی ذمہ دار ہوگا (کوئی دوسرا نہیں) سوائے اس کے کہ اس پر ظلم ہوا ہو اور خدا اس کے ساتھ ہے جو اس (دستورالعمل) کی زیادہ سے زیادہ وفا شعارانہ تعمیل کرے۔''

(۱۰) غیر منصفانہ حمایت و تائید سے تحفظ کا حق

(Right of Protection from Unjust Favouritism)

و أن لا یحالف مؤمن مولی مؤمن دونه۔(۳)

(۱) میثاق مدینه، آرٹیکل:۴۷

(۲) میثاق مدینه، آرٹیکل:۴۳

(۳) میثاق مدینه، آرٹیکل:۱۵

''اور یہ کہ کوئی مومن کسی دوسرے مومن کے مولا (معاہداتی بھائی) سے اس کی مرضی کے بغیر معاہدہ نہیں کرے گا۔''

(۱۱) معاشی کفالت کا حق (Right of Economic Support)

و أن المؤمنين لا يتركون مفرحاً بينهم، أن يعطوه بالمعروف في فداء أو عقل۔(۱)

''اور ایمان والے کسی قرض کے بوجھ سے دبے ہوئے کو مدد کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے، جن کے ذمہ زرِ فدیہ یا دیّت ہے۔''

(۱۲) خواتین کی عزت و حرمت کے تحفظ کا قانون

(Right of Protection for Women)

و أنه لا تجار حرمة إلا بإذن أهلها۔(۲)

''اور کسی عورت کو اس کے خاندان (اہلِ خانہ) کی رضا مندی کے بغیر (ایسی) پناہ نہیں دی جائے گی (جو اس عورت کی عزت و حرمت پر تہمت لائے)۔''

(۱۳) مذہبی آزادی کا حق

(Right of Religious Freedom)

و أن يهود بني عوف أمة مع المؤمنين، لليهود دينهم، و للمسلمين دينهم، مواليهم و أنفسهم إلا من ظلم و أثم، فإنه لا يوقع إلا نفسه و أهل بيته۔(۳)

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۱۴
(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۵۱
(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۰

''اور بنی عوف کے یہودی مؤمنین کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کئے جاتے ہیں۔ یہودیوں کیلئے ان کا دین ہے اور مسلمانوں کیلئے اپنا دین ہے خواہ ان کے موالی ہوں یا وہ بذاتِ خود ہوں، ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں مبتلا نہیں کیا جائے گا۔''

(۱۴) ریاستی معاملات میں مشورہ کا حق

(Right of Cousultation in State Matters)

و أن بینهم النصح و النصیحة و البر دون الإثم۔[۱]

''اور ان میں باہم حسنِ مشورہ اور بہی خواہی ہوگی، اور وفا شعاری ہوگی نہ کہ عہد شکنی۔''

۵۔ قانون سازی (Legislation)

کسی بھی ریاست کے معاملات کو درست طور پر چلانے کے لئے ریاست کے قانون ساز ادارہ کا موجود ہونا اور اس کا اپنے وظیفہ کار کو بتمام و کمال انجام دینا ایک لازمی امر ہے۔ عرب معاشرے میں قائم ہونے والی پہلی منظّم ریاست مدینہ سے پہلے اس طرح کے کسی ادارے کا تصور تک موجود نہیں تھا۔ جب ریاست مدینہ وجود میں آئی تشکیل قوانین کا عمل ارتقائی مراحل سے گزر رہا تھا۔ کیونکہ اسلامی ریاست کے انفرادی و اجتماعی قوانین کا بنیادی منبع وحی الٰہی تھی چونکہ نزول قرآن کا عمل جاری تھا لٰہذا قرآن کے نزول کے ساتھ احکام واضح اور مرتب ہوتے جا رہے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اپنے عمل، سنت اور ارشادات و فرامین کے ذریعے وحی الٰہی سے ملنے والے قوانین کی توضیح و تشریح فرما رہے تھے۔ ان کے انطباق و اطلاق کے ذریعے مزید قانون سازی کے نظائر بھی امت کو عطا فرما رہے تھے۔

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۴٦

آپ ﷺ کے فرامین نہ صرف انفرادی، معاشرتی، سماجی اور معاشی معاملات میں بلکہ بین الاقوامی معاملات میں بھی حضور نبی اکرم ﷺ کے مختلف معاہدات اسلام کے بین الاقوامی قوانین کی بنیاد بنتے جا رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے اسلامی ریاست کی قانون سازی کے عمل کو صرف وحی الٰہی اور سنت تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس میں مستقبل میں مزید فروغ اور توسیع کیلئے ایک اور راستہ بھی کھلا رکھا جو حضرت معاذ بن جبل کے یمن میں بطور قاضی تقرری کے دوران کی جانے والی گفتگو کے دوران سامنے آیا۔[1] یہی بعد میں اجتہاد کہلایا۔ گویا قانون سازی کے جو بھی بنیادی اور لازمی طرق ہو سکتے تھے آپ ﷺ نے خود متعارف کروا دیئے اور قانون سازی کی وحی کے ذریعے میسر آنے والے بنیادی ضابطوں کو ایک وسیع بنیاد عطا کی جس میں مقامی رسوم، قوانین اور نظائر کا احترام بھی شامل تھے جن کی بنیادی روح مشاورت تھی۔ قانون سازی کے باب میں میثاق مدینہ کے متعلقہ آرٹیکلز یہاں بیان کیئے جا رہے ہیں:

مقامی رسوم و قوانین کی توثیق

(Recognition of Local Laws and Conventions)

میثاق مدینہ کے آرٹیکل نمبر۴ تا ۱۲ میں اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے:

المهاجرون من قريش على ربعتهم يتعاقلون بينهم معاقلهم الأولى، وهم يفدون عانيهم بالمعروف والقسط بين المؤمنين۔

”قریش میں سے ہجرت کر کے آنے والے اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ

(۱) ۱۔ أبوداود، السنن، كتاب الأقضية، باب اجتهاد الرأى، ۳: ۳۰۳، رقم: ۳۵۹۲

۲۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۱۰: ۱۱۴

دے کر مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ چھڑائیں گے۔‘‘

و بنو عوف علی ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولی و کل طائفة تفدی ئانيها بالمعروف و القسط بين المؤمنين۔

’’اور بنی عوف اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ رہا کرائے گا۔‘‘

و بنو حارث (بن الخزرج) علی ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولی و کل طائفة تفدی عانيها بالمعروف و القسط بين المؤ منين۔

’’اور بنو حارث بن خزرج اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ چھڑائے گا۔‘‘

و بنو ساعده علی ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولی و کل طائفة تفدی عانيها بالمعروف و القسط بين المؤمنين۔

’’اور بنو ساعدہ اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ چھڑائے گا۔‘‘

و بنو جشم علی ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولی و کل طائفة تفدی عانيها بالمعروف و القسط بين المؤمنين۔

’’اور بنو جشم اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ چھڑائے گا۔‘‘

و بنو النجار علی ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولی و کل طائفة تفدی عانيها بالمعروف و القسط بين المؤمنين۔

’’اور بنو نجار اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ چھڑائے گا۔‘‘

و بنو عمرو بن عوف علی ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولی و کل طائفة تفدی عانيها بالمعروف و القسط بين المؤمنين۔

’’اور بنو عمرو بن عوف اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ چھڑائے گا۔‘‘

و بنو النبيت علی ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولی و کل طائفة تفدی عانيها بالمعروف و القسط بين المؤمنين۔

’’اور بنونبیت اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ چھڑائے گا۔‘‘

و بنو الأوس علی ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الأولی و کل طائفة تفدی عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين۔(۱)

’’اور بنو الاوس اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور حسب سابق اپنے خوں بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر مومنین کے درمیان (باہمی معاملات میں) نیکی اور انصاف کے ساتھ چھڑائے گا۔‘‘

۶۔ عدلیہ (Judiciary)

ریاست میں قانون کی توضیح و تشریح اور نفاذ کیلئے فیصلہ جات عدلیہ کی بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے۔ آئین مدینہ میں عدلیہ کا بنیادی ڈھانچہ اور طریقہ کار بھی طے کر دیا گیا۔ اعلیٰ ترین عدالتی اختیارات حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے چونکہ آپ ﷺ انسانیت کے لئے اللہ کی راہنمائی کا رابطہ اور واسطہ کامل تھے، لہٰذا ہر معاملہ میں قانون کی توضیح و تشریح اور تنازعات کے فیصلہ میں آپ ﷺ ہی اعلیٰ ترین اتھارٹی تھے۔ ہر شخص کو اجازت تھی کہ وہ اپنی شکایات لے کر حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو سکے۔ معمول یہ تھا کہ اگر کوئی تنازعہ ہوتا تو لوگ پہلے اپنے قبیلے کے سردار سے رجوع کرتے۔ اگر مقامی سطح پر فیصلہ نہ ہوسکتا تو وہ اپنا تنازعہ لے کر حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آتے اور آپ ﷺ تنازعہ کا فیصلہ فرماتے۔ اس سے نہ صرف عدالتی امور طے ہوتے بلکہ قوانین کی توضیح و تشریح اور مستقبل میں تنازعات کو حل کرنے کیلئے بھی قوانین طے پا

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۴ تا ۱۲

جاتے۔ آپ ﷺ نے ریاست کے اندر مختلف مقامات میں مقامی عدالتی انتظامات بھی کئے جب نجران کے عیسائی مدینہ منورہ اسلام قبول کرنے کے لئے آئے اور اسلام قبول کرنے کی بجائے انہوں نے مملکت میں بطور ماتحت رہنا قبول کیا اور کچھ شرائط طے کیں تو انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ ہمیں مسلمان حاکم کی غیر جانبداری پر اعتماد ہے لہٰذا آپ ﷺ ہمیں کوئی مسلمان جج مہیا کریں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ان کے لیے جج متعین کیا جو 'امین هذه الامة' کے لقب سے نوازے گئے تھے۔(۱) ان کی منصفانہ عدالتی کارکردگی سے پورے علاقے میں اسلام پھیلنے لگا اور بہت سے عیسائی مسلمان ہو گئے۔

جب حضور ﷺ نے سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی بطور قاضی تقرری فرمائی تو آپ نے انہیں ہدایات دیتے ہوئے فرمایا: جب کوئی بھی شخص تمہارے پاس تنازعہ یا کسی معاملہ میں شکایت لے کر آئے، اس کی بات سن کر فیصلہ نہیں کرنا بلکہ فریق ثانی کو بلا کر اس کی بات بھی سن لیں اور اس کے بعد دونوں کی بات سن کر فیصلہ کرنا۔(۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ، فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں ساری عمر عدالتی فیصلے کرتا رہا لیکن مجھے کہیں بھی کبھی کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ یعنی ریاست مدینہ میں نہ صرف عدالتی نظام کی بنیادیں رکھ دی گئیں اور مختلف مقامات پر عدالتی عملے اور عدلیہ کے عہدیداروں کی تقرریاں کی گئیں بلکہ ان کی تربیت اور فرائض منصبی ادا کرنے کے لئے ہدایات بھی دی گئیں۔ جس سے عدالتی نظام کے خدوخال نمایاں ہونے لگے۔ ذیل میں ہم آئین مدینہ سے وہ آرٹیکل پیش کرتے ہیں جن کا تعلق ریاست مدینہ کے عدالتی نظام سے تھا۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب قصة أهل نجران، ۴: ۱۵۹۲، رقم: ۴۱۱۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أبی عبیدة الجراح، ۴: ۱۸۸۱، رقم: ۲۴۱۹

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الأحکام عن رسول الله، باب ما جاء فی ——

اَعلی عدالتی اتھارٹی: رسول اللہ ﷺ

(Supreme Judicial Authority: The Holy Prophet ﷺ)

و أنکم مما اختلفتم فیه من شیء، فإن مردّه إلی اللہ و إلی محمد۔(۱)

’’اور جب کبھی تم میں کسی چیز کے متعلق اختلاف ہوتو اسے اللہ اور محمد ﷺ کی طرف لوٹایا جائے گا (کیونکہ آخری اور حتمی حکم اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ ہی ہے)۔‘‘

و أنه ما کان بین أهل هذه الصحیفة من حدث، أو اشتجار یخاف فساده، فإن مردّه إلی اللہ و إلی محمد رسول اللہ ﷺ و أن اللہ علی أتقی ما فی هذه الصحیفة و أبرّه۔(۲)

’’اور یہ کہ اس دستور والوں میں جو بھی قتل یا جھگڑا رونما ہو، جس سے فساد کا ڈر ہوتو اس میں خدا اور خدا کے رسول محمد ﷺ سے رجوع کیا جائے گا اور خدا اس شخص کے ساتھ ہے جو اس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ احتیاط اور زیادہ سے زیادہ وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔‘‘

------- القاضی، ۳:۲۱۸، رقم: ۱۳۳۱

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الأقضیة، باب کیف القضاء، ۳: ۳۰۱، رقم: ۳۵۸۲

(۱) میثاق مدینه، آرٹیکل: ۲۸

(۲) میثاق مدینه، آرٹیکل: ۵۲

۷۔ اِنتظامی معاملات (Executive Matters)

ریاست مدینہ میں آپ ﷺ کے آنے سے پہلے وہاں کوئی بھی انتظامی ڈھانچہ موجود نہ تھا بلکہ باہمی تنازعات کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ باہم دست و گریبان تھے مثلاً ہجرت سے پہلے مدینہ کے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کیا تو ان میں سے اوس اور خزرج کے لوگوں نے اپنے باہمی جھگڑوں کی وجہ سے دوسرے قبیلے کے امام کے پیچھے نماز پڑھنے تک سے انکار کر دیا۔ نیتجتاً مکہ سے ایک صحابی کو امام بنا کر بھیجا گیا تاکہ اوس اور خزرج اجتماعی طور پر اس کی اقتداء میں نماز پڑھ سکیں۔[(۱)] لیکن جب حضور نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے انتظامی معاملات کو سدھارنے اور مستقبل کی ریاست کے انتظامی ڈھانچے کی تشکیل کے لئے ابتدائی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ باہمی خلفشار، باہمی چپقلش اور تنازعاتی ماحول کے خاتمے کے لئے آپ ﷺ کے جس عمل نے بنیادی کردار ادا کیا وہ مواخات تھا۔ مواخات نے نہ صرف مہاجرین کے معاشی مسائل حل کیے بلکہ مقامی سطح پر بھی اس سے ایک ایسی صحت مندانہ فضاء پیدا ہوگئی جس سے مستقبل کے انتظامی اور ریاستی ڈھانچے کے روبہ عمل ہونے میں حائل ہونے والے جملہ رویے اور سماجی اور نفسیاتی رکاوٹیں دور ہوگئیں۔ آپ کی آمد سے پہلے ریاست مدینہ میں کوئی بھی ریاستی ادارہ موجود نہ تھا۔ آپ ﷺ نے دینی معاملات کے ساتھ دنیاوی معاملات چلانے والے ریاستی اداروں مثلاً فوج، خزانہ، عدلیہ اور شہری منصوبہ بندی کا آغاز بھی کیا۔ شہری منصوبہ بندی کے سلسلے میں آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ شہر مدینہ کے اندر گلیوں کو اتنا چوڑا رکھا جائے کہ دو لدے ہوئے جانور بآسانی گزر جائیں۔

---

(۱) ۱۔ ابن هشام، السيرة النبوية، ۳۷۷

۲۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۳: ۱۵۱

۳۔ حلبی، إنسان العيون فی سيرة الأمين المأمون، ۲: ۱۶۴

إذا شككتم في الطريق فاجعلوا سبعة أذرع تختلف فيه الحاملتان۔ (۱)

''جب تم (شہر کے) راستوں میں توسیع کرو تو انہیں سات گز چوڑا رکھو (تا کہ) دو لدے ہوئے جانور بآسانی آمنے سامنے سے گزر سکیں۔''

گویا آپ نے دو رویہ ٹریفک (Double Way Traffic) کا اصول بھی عطا فرمایا جو بلدیاتی انتظامات کی طرف ایک قدم تھا۔ اس میں مکانات کا درمیانی راستہ بھی شامل تھا۔ علاوہ ازیں آپ نے چند کاتبوں (Secretaries) پر مشتمل ایک مرکزی دفتر قائم کیا جسے اس دور کا مرکزی ریاستی سیکرٹریٹ بھی کہہ سکتے ہیں۔ (۲) اس سیکرٹریٹ میں موجود کاتبوں کے ذمہ کئی فرائض تھے مثلاً وحی لکھنا، زکوٰۃ کے اندراجات، رقم کی وصولی اور خرچ کے معاملات، جنگ میں مالِ غنیمت کے حسابات، فوجیوں کی تنخواہیں اور ان کو دی جانے والی رقمیں وغیرہ ان تمام معاملات کے لئے الگ الگ کاتب مقرر تھے۔ تاریخ میں ہمیں دس بارہ شعبوں کی تفصیل ملتی ہے جن کے لکھنے والے کاتب الگ الگ تھے۔ مالی معاملات کو باقاعدہ ترتیب دینے کے لئے آپ نے ایک مستقل شعبہ قائم فرمایا جہاں ریاستی آمدنی کے تمام معاملات کی نگرانی کی جاتی تھی۔ اس شعبہ کی نگرانی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی مسجد نبوی کا ایک حجرہ اس کے لئے مخصوص تھا وہ ہمیشہ مقفل رہتا تھا۔ (۳) اس میں سرکاری ملکیت کی رقم اور اشیاء رکھی جاتی تھیں گویا یہ اس دور کی وزارت خزانہ کی ابتدائی شکل تھی۔

قرآن حکیم نے بھی ریاست کو ملنے والی تمام آمدنی، جس میں زکوٰۃ، عشر وغیرہ شامل تھے اور جملہ محصولات کے خرچ کا ضابطہ فراہم کیا۔ ارشاد ربانی ہے:

(۱) بيهقي، السنن الكبرى، ۶: ۱۵۵، رقم: ۱۱۶۴۲

(۲) الكتانى، التراتيب الادارية، ۲: ۷۷

(۳) أبو نعيم، حلية الأولياء، ۱: ۳۴۹

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللهِ وَاللهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ O[۱]

’’بیشک صدقات (زکوٰۃ) محض غریبوں اور محتاجوں اور ان کی وصولی پر مقرر کیے گئے کارکنوں اور ایسے لوگوں کے لئے ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی الفت پیدا کرنا مقصود ہو اور (مزید یہ کہ) انسانی گردنوں کو (غلامی کی زندگی سے) آزاد کرانے میں اور قرضداروں کے بوجھ اتارنے میں اور اللہ کی راہ میں (جہاد کرنے والوں پر) اور مسافروں پر (زکوٰۃ کا خرچ کیا جانا حق ہے) یہ (سب) اللہ کی طرف سے فرض کیا گیا ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے O‘‘

آمدن وخرچ کے ان قرآنی احکامات نے ہی اسلامی ریاست کی بجٹ سازی (Budgeting) و مالیاتی انتظام (FinancialManagement) کی اساس فراہم کی۔

اب ہم آئین مدینہ کے وہ حصے بیان کرتے ہیں جن کا تعلق ریاست کے انتظامی امور سے تھا:

(۱) جبر اور دہشت گردی کے خلاف ریاستی مزاحمت

(Resistance against Aggression & Terrorism)

ریاست مدینہ ظلم، اثم، عدوان، فساد (Unjustice, Mischief, Aggression & Terrorism) جیسے جرائم کے خاتمہ کے لئے جد و جہد کرے گی:

(۱) القرآن، التوبة، ۹: ۶۰

و أن المؤمنين المتقين أيديهم على كل من بغى منهم أو ابتغى دسيعة ظلم أو إثما أو عدوانا أو فسادا بين المؤمنين و أن أيديهم عليه جميعا ولو كان ولد أحدهم۔[1]

''اور متقی ایمان والوں کے ہاتھ ان میں سے ہر اُس شخص کے خلاف اُٹھیں گے جو سرکشی کرے یا اِستحصال بالجبر کرنا چاہے، یا گناہ یا تعدی کا ارتکاب کرے، یا پراَمن شہریوں (مومنوں) میں فساد پھیلانا چاہے اور ایسے شخص کے خلاف سب مل کر اٹھیں گے، خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔''

(۲) اِنسانی قتل و غارت گری کے خلاف مزاحمت

(Resistance against Human Killings)

ولا يقتل مؤمن مؤمناً فى كافر، ولا ينصر كافرا على مؤمن۔[2]

''اور کوئی مومن کسی مومن کو کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کرے گا، اور نہ کسی کافر کی کسی مومن کے خلاف مدد کرے گا۔''

و أن ذمة الله واحدة يجير عليهم أدناهم۔[3]

''اور اللہ کا ذمہ ایک ہی ہے۔ ان (مسلمانوں) کا اَدنٰی ترین فرد بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔''

و أنه من تبعنا من يهود فإن له النصر والأسوة غير مظلومين ولا متناصر عليهم۔[4]

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۱۶

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۱۷

(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۱۸

(۴) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۲۰

’’اور یہودیوں میں سے جو ہماری (ریاست مدینہ کی) اِتباع کرے گا اُسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی، بغیر اس پر کوئی ظلم روا رکھے ہوئے اور اس کے خلاف کسی کی مدد کرتے ہوئے۔‘‘

و أن یثرب حرام جوفها لأهل هذه الصحیفة۔(۱)

’’اور یثرب کا جوف (یعنی میدان جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے) اِس دستور والوں کے لیے حرم (دار الامن) ہوگا (یعنی یہاں آپس میں جنگ کرنا منع ہو گا)۔‘‘

(۳) قصاص کا حق (Right of Retaliation)

و أنه من اعتبط مؤمناً قتلا عن بیّنة فإنه قود به، إلا أن یرضی ولی المقتول (بالعقل)، و أنّ المؤمنین علیه کافّةً، و لا یحل لهم إلا قیام علیه۔(۲)

’’اور جو شخص کسی مؤمن کو عمداً قتل کرے اور ثبوت پیش ہو تو اس سے قصاص لیا جائے گا، بجز اس کے کہ مقتول کا ولی خون بہا پر راضی ہوجائے؛ اور تمام ایمان والے اس (قصاص) کی تعمیل کے لیے اٹھیں گے اور اس کے سوا انہیں کوئی اور چیز جائز نہ ہوگی۔‘‘

(۱) میثاق مدینه، آرٹیکل: ۴۹

(۲) میثاق مدینه، آرٹیکل: ۲۶

(۳) میثاق مدینه، آرٹیکل: ۴۲

(۴) قانونِ قصاص کا مساوی نفاذ

(Equal Enforcement of Retaliation Law)

و أنه لا ينحجز على ثأر جرح۔

’’اور کسی مار یا زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔‘‘

(۵) ریاستِ مدینہ سے ملحقہ علاقوں کے لیے اِنتظامی قواعد وضوابط

(Administrative Orders for Regions Affiliated with Madina)

ریاستِ مدینہ کے انتظامی قواعد وضوابط مدینہ سے باہر ریاستی آبادی پر بھی نافذ تھے۔ آپ نے ریاست مدینہ کی عملداری میں شامل مختلف قبائل اور علاقوں کو وقتاً فوقتاً کئی احکامات ارسال فرمائے جن میں دینی، دنیاوی، ریاستی اور مالیاتی امور سے متعلق ہدایات و احکام دیئے گئے۔ ان احکامات پر مشتمل آپ کی دستاویزات ریاست مدینہ کے عمومی ریاستی نظم ونسق کی نوعیت کو واضح کرتی ہیں۔ اس امر کی وضاحت کے لئے درج ذیل دستاویزات کا متن دیا جا رہا ہے:

۱۔ جنادہ اور اس کی قوم کے نام آپ کا مکتوب

۲۔ اہل ہمدان کے نام مکتوب

۳۔ اہل یمن کے نام مکتوب

۴۔ یمن میں متعین عمال کے نام مکتوب

۵۔ علاء الحضرمی کے نام مکتوب

۶۔ اہل مقنا کے ساتھ معاہدہ

۷۔ عاملین زکوٰۃ کے نام مکتوب

۸۔ حاکم یمن عمرو بن حزم کے نام مکتوب

(i) جنادہ اور اس کی قوم کے نام آپ کا مکتوب

بسم الله الرحمن الرحيم، هذا كتاب من محمد رسول الله لجنادة و قومه و من اتّبعه بإقام الصلاة، و إيتاء الزكاة، و أطاع الله و رسوله، و أعطىٰ الخمس من المغانم خمس الله، و فارق المشركين فإن له ذمة الله و ذمة محمد. (۱)

ترجمہ:

’’اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور یہ خط جنادہ اور اس کی قوم کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے۔ اور جس نے ان کی اتباع کی، نماز قائم کرتے ہوئے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہوئے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور مال غنیمت میں خمس دیا کہ خمس اللہ کے لئے ہے اور مشرکوں سے دور رہا بس اس کا ذمہ اللہ اور محمد ﷺ کے ذمے ہے۔‘‘

(ii) اہلِ ہمدان کے نام مکتوب

بسم الله الرحمن الرحيم، هذا كتاب من محمد رسول الله إلىٰ عمير ذي مرّان، و من أسلم من همدان، سلم أنتم فإني أحمد الله إليكم الذي لا إله إلّا هو.

أمّا بعد ذلک، فإنه بلغني إسلامكم مرجعنا من أرض الروم،

(۱) ۱۔ ابن اثیر، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ۱: ۳۰۰
۲۔ ابن حجر عسقلانی، الإصابة فی تمییز الصحابة، ۱: ۲۴۷
۳۔ ہندی، کنز العمال، ۵: ۳۲۰

فأبشروا، فإن الله قد هداكم بهداه، وإنكم إذا شهدتم أن لا إله إلّا الله، و أن محمداً عبد الله ورسوله، و أقمتم الصلاة، وآتيتم الزكاة، فإن لكم ذمة الله وذمة رسوله علىٰ دمائكم وأموالكم، وأرض البور التي أسلمتم عليها سهلها وجبلها وعيونها وفروعها غير مظلومين، ولا مضيّق عليكم، وإن الصدقة لا تحلّ لمحمد ولا لأهل بيته، إنما هي زكاة تزكونها عن أموالكم لفقراء المسلمين، وإن مالك بن مرارة الرهاوي قد حفظ الغيب و بلّغ الخبر، فآمركم به خيراً فإنه منظور إليه. وكتب علي بن أبي طالب۔(۱)

ترجمہ:

’’اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان اور رحیم ہے۔ حضرت محمد اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے عمیر ذی مران اور جو بھی ہمدان میں مسلمان ہوا اس کے نام آپ پر سلامتی ہو اور میں آپ کے لئے اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جو ایک ہے اور اس کا کوئی معبود نہیں۔

’’اس کے بعد یہ کہ آپ کے اسلام کی خبر مجھے پہنچی ہے اور آپ رومی ہیں پس تمہارے لئے بشارت ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں راہ کی ہدایت دی ہے اور جب تم

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۷: ۴۷، ۴۸
۲۔ ابن ابي شيبة، المصنف، ۱۴: ۳۳۹، ۳۴۰، رقم: ۱۸۴۷۹
۳۔ يعقوبي، التاريخ، ۲: ۶۵
۴۔ ابن اثير، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ۴: ۱۴۷
۵۔ عسقلانی، الإصابة فی تمييز الصحابة، ۳: ۱۲۱

نے یہ شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور بندے ہیں اور نماز قائم کی اور تم نے زکوٰۃ دی پس تمہارا ذمہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔ تمہارے خون کا، تمہارے اموال کا اور زمین جس میں آپ نے اسلام قبول کیا اس کے پہاڑ وادیاں اور چشموں کا ذمہ بھی اور آپ پر تنگی نہ ہوگی اور بے شک صدقہ محمد ﷺ اور آپ کی آل پر حلال نہیں۔ بے شک یہ زکوٰۃ ہے اور تم اس سے اپنے اموال کا تزکیہ کرتے ہو اور یہ فقراء مسلمانوں کے لئے ہے اور بے شک مالک بن مرارہ الرھاوی نے غیب کی حفاظت کی اور آپ تک اس پیغام کو پہنچا دیا پس اس نے تمہیں خیر کا حکم دیا اور وہ اس کے لئے متعین ہے اور اس دستاویز کو علی ابن ابی طالب نے لکھا۔''

(iii) اہلِ یمن کے نام مکتوب

قال اليعقوبي: و كتب ﷺ إلى أهل اليمن:

بسم الله الرحمن الرحيم: هذا كتاب من محمد رسول الله إلى أهل اليمن، فإني أحمد الله إليكم الذي لا إله إلّا هو وقع بنا رسولكم مقدمنا من أرض الروم فلقانا بالمدينة فبلّغنا ما أرسلتم به و أخبرنا ما كان قبلكم و نبّأنا بإسلامكم و إنّ الله قد هداكم إن أصلحتم و أطعتم الله و أطعتم رسوله و أقمتم الصلاة و آتيتم الزكاة و أعطيتم من الغنائم خمس الله و سهم النبي و الصفي.

و ما على المؤمنين من الصدقة عشر ما سقى البعل و سقت السماء و ما سقي بالقرب نصف العشر. و إنّ في الإبل من الأربعين حقة قد استحقت الرحل و هي جذعة و في الخمس و

العشرين ابن مخاض و في كل ثلاثين من الإبل ابن لبون و في كل عشرين من الإبل أربع شياة و في كل أربعين من البقر بقرة و في كل ثلاثين من البقر تبيع ذكر أو جذعة و في كل أربعين من الغنم شاة فإنها فريضة الله الذي افترض على المؤمنين فمن زاد خيرًا فهو خير له.

فمن أعطى ذلک و أشهد على إسلامه و ظاهر المؤمنين على الكافرين فإنه من المؤمنين، له ذمة الله و ذمة رسوله محمد رسول الله و أنه من أسلم من يهودي أو نصراني فإنه من المؤمنين له مثل مالهم و عليه ما عليهم و من كان على يهوديته أو نصرانيته فإنه لا يغير عدها و عليه الجزية في كل حالم من ذكر أو انثىٰ حرّ أو عبد دينار وافٍ من قيمة المعافري أو عرضه فمن أدّىٰ ذلک إلى رسول الله فإن له ذمّة الله و ذمّة رسوله، و من منعه فإنه عدو الله و لرسوله و للمؤمنين.

و إن رسول الله مولى غنيكم وفقيركم و إنّ الصدقة لا تحلّ لمحمد و لا أهله إنما هي زكاة تؤدّونها إلى فقراء المؤمنين في سبيل الله.

و إن مالک بن مرامرة قد أبلغ الخبر و حفظ الغيب فأمركم به خيرًا.

إني قد أرسلت إليكم من صالحى أهلي و أُولي كتابهم و اُولي

علمهم فأمركم به خيرًا فإنه منظور إليه و السلام۔(۱)

ترجمہ:

اور یعقوبی بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اہل یمن کی طرف لکھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط محمد رسول اللہ کی طرف سے اہل یمن کے نام ہے۔ پس میں تمہارے ساتھ اس اللہ کی نعمت پر اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ ہمیں تمہارا قاصد سرزمین روم سے ہماری طرف بڑھتا ہوا مدینہ میں ملا اور ہمیں وہ کچھ پہنچایا جو اس کو دے کر بھیجا گیا تھا اور اس نے ہمیں خبر دی جو کچھ تم سے پہلے تھا اور اس نے ہمیں تمہارے اسلام کی خبر دی اور بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے گا اگر تم نے اصلاح اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور اگر تم نے نماز ادا کی اور زکوٰۃ ادا کی اور غنیمتوں میں سے اللہ کا خمس اور اس کے نبی مکرّم ﷺ کا حصہ عطا کیا۔

''اور مومنین پر زکوٰۃ میں سے جو کچھ فرض ہے وہ اس زمین کا عشر ہے جس کو خچر وغیرہ نے سیراب کیا ہو اور آسمان نے سیراب کیا ہو اور جو راہٹ وغیرہ سے سیراب کی جائے اس میں آدھا عشر ہے اور اونٹوں کی زکوٰۃ میں چالیس اونٹوں میں ایک حصہ (تین سال کا اونٹنی کا بچہ) ہے اور پچیس اونٹوں میں ایک

---

(۱) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۳: ۱۲۸
۲۔ عسقلاني، الإصابة في تمييز الصحابة، ۳: ۴۲۷
۳۔ ابن سعد، الطبقات الكبرىٰ، ۱: ۲۶۴
۴۔ يعقوبي، التاريخ، ۲: ۶۴
۵۔ بلاذري، فتوح البلدان: ۹۶، ۹۸
۶۔ شافعی، المسند، ۱: ۱۵۲
۷۔ أبو يوسف، كتاب الخراج: ۵۹

بنت مخاض (اونٹنی کا ایک سال کا بچہ) اور تیس اونٹوں میں ایک بنت لبون (اونٹنی کا دو سال کا بچہ) اور بیس اونٹنیوں میں چار بھیڑیں اور چالیس گائیوں میں ایک گائے اور تیس گائیوں میں ایک مذکر تبیع یا ایک جذعہ (اونٹنی کا چار سال کا بچہ) اور ہر چالیس بکریوں میں ایک بھیڑ پس بے شک یہ اللہ تعالیٰ کا فرض ہے جو اس نے مومنین پر فرض کیا ہے۔ پس جو کوئی نیکی میں بڑھے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

''پس جو یہ زکوٰۃ ادا کرے اور اس کے اسلام کی گواہی بھی دی جائے اور کافروں کے مقابلہ میں مومنین کی مدد بھی کرے تو بے شک وہ مومنین میں سے ہے اس کے لیے اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کا ذمہ ہے اور بے شک جو یہودیوں اور عیسائیوں میں سے مسلمان ہوا تو وہ مومنین میں سے ہے اس کے لیے وہی کچھ ہے جو ان کے لیے ہے اور جو یہودیت یا عیسائیت پر قائم رہا تو بے شک وہ ان کی تعداد نہیں تبدیل کر سکتا اور اس پر جزیہ لازم ہے ہر مذکر یا مونث حالم (جس کو احتلام ہوتا ہو) آزاد یا غلام میں ایک پورا دینار ہے قبیلہ معافر کے دینار کے برابر یا اس کے متبادل۔ پس جس نے یہ دینار اللہ کے رسول کو ادا کیا تو بے شک اس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے اور جس نے یہ دینار نہ دیا تو وہ اللہ اور اس کے رسول اور تمام مومنین کا دشمن ہے اور رسول اللہ تمہارے امیروں اور فقیروں کے مولا ہیں اور صدقہ محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں ہے اور نہ ہی آپ کے اہل کے لیے، بے شک وہ زکوٰۃ ہے جو تم مومن فقراء کو اللہ کی راہ میں ادا کرتے ہو۔

''اور مالک بن مرامرہ نے خبر پہنچا دی ہے اور غیب کی حفاظت کی ہے پس میں تمہیں اس کے ساتھ بھلائی کا حکم دیتا ہوں۔

''میں نے تمہاری طرف اپنے اہل اور ان کے اہل کتاب اور اہل علم میں سے

نیک لوگ بھیجے ہیں پس میں تمہیں ان کے ساتھ بھلائی کا حکم دیتا ہوں۔ یہی اس کا منظورِنظر ہے۔ والسلام۔‘‘

(iv) یمن میں متعین عمال کے نام مکتوب

قال سيف: أنبأنا سهيل بن يوسف عن أبيه عن عبيد بن صخر قال: عهد النبي ﷺ إلى العمّال على اليمن عهودًا من عهد واحد:

بسم الله الرحمن الرحيم هذا عهد من النّبي رسول الله إلى فلان.

وأمره أن يتّقي في أمره كلّه فإنّ الله مع الذين اتّقوا والذين هم محسنون أن يأخذ الحقوق كما افترضها الله تعالٰى وأن يؤدّيها كما أمره الله تعالٰى وأن ييسّر للخير بعمله و ألّا يماريه فيما بينهم فإن هذا القرآن حبل الله فيه قسمة العدل، وسابغ العلم وربيع القلوب فاعملوا المحكمة وانتهوا إلٰى حلاله وحرامه، وآمنوا بمتشابهه فإنه حقّ علٰى الله أن لا يعذّب أحدًا بعد أداء الفرائض وأن يقبل المعروف ممن يجاء به و يحسّنه له وأن يردّ المنكر على من جاء به ويقبّحه عليه.

وأن يحجز الرعية عن التظالم، لا تهلكوا، فإن الله تعالٰى إنما جعل الراعي عضدًا للضعفاء و حجازًا (حجزًا) للأقوياء ليدفعوا القوي عن الظلم ويعينوا الضعيف على الحقّ. والحج فريضة الله مرّة واحدة على من استطاع إليه سبيلًا والعمرة الحج الأصغر.

وأنهاهم عن لباس الصمّاء والاحتباء في الثُوب الواحد، وعن صيامين: الفطر و الأضحى وعن صلاتين بعد الفجر حتى تطلع الشمس وبعد العصر حتى تغيب الشمس وعن دعوى القبائل وعن زي الجاهلية إلّا ما حسّنه الاسلام.

وحدهم بأخلاق الله وأحملهم عليها فإن الله تعالٰى يحب معالي الأخلاق (و) يبغض مدامها (مذامها)

وأمرهم ليصلوا الصلوات لمواقيتها وإسباغ الوضوء والوضوء غسل الوجه والأيدي إلٰى المرافق والأرجل إلٰى الكعاب ومسح الرأس، وإتمام الركوع و السجود والخشوع بالقراءة بما استيسر من القرآن.

وصلّ كل صلاة في أرفع الوقت بهم: إن تعجيل، فتعجيل وإن تأخير فتأخير صلاة الفجر وقتها مع طلوع الفجر إلى قبل أن تطلع الشمس والظهر مع الزوال إلٰى ما بينها وبين العصر والعصر إذا كان الظل مثله إلى مادامت الشمس حية و المغرب إلى مغيب الشفق، و العشاء إذا غاب الشفق إلى أن يمضي كواهل الليل و أن تأمرهم بإتيان الجمعات و لزوم الجماعات. و أن تأخذ من الناس ما عليهم في أموالهم من الصدقة.

من العقار عشر ما سقٰى البعل و السماء و نصف العشر فيما سقي بالرشاء.

وفي كل خمس من الإبل شاة إلٰى خمس وعشرين، فإن زادت

ففيها ابن مخاض إلٰى خمسة وثلاثين فإن زادت ففيها ابنة لبون إلٰى خمس وأربعين فإن زادت واحدة ففيها حقّة إلٰى أن تبلغ ستين فإن زادت واحدة ففيها ابنتا لبون إلٰى أن تبلغ خمسًا وسبعين فإن زادت واحدة ففيها جذعة فإن زادت واحدة ففيها ابنتا لبون إلٰى أن تبلغ تسعين، فإن زادت واحدة ففيها حقّتان إلٰى أن تبلغ عشرين ومائة ثم في كل خمسين حقة.

وفي كل سائمة من الغنم في أربعين شاة إلى عشرين ومائة وإن زادت فشاتان إلى مائتين فإن زادت فثلاث ثم في كل مائة بعد شاة. وفى كل خمس بقرات شاة إلى ثلاثين فان بلغت ثلاثين ففيها تبيع وفى كل أربعين مسنة وليس فى الأوقاص بينهما شیء.

وفي كل عشرين مثقالاً من الذهب نصف مثقال وفي كلّ مائتين من الورق خمسة دراهم.

وفي كل خمسة أوسق نصف الوسق من البر والتمر والشعير والسلت، وعفا الله عن سائر الأحبة إلا أن يتطوع أمرؤ.

ومن أجاب إلى الإسلام فله مالنا و عليه ما علينا، ومن ثبت على دينه من أهل الأديان، فإنه لا يضيق عليه، و على كل حالم من الجزية على قدر طاقته: الدينار فما فوق ذلک، أو القيمة، فمن أدّى ذلک فله الذمة و المنعة، و من أبى ذلک فلا ذمة له.

وأن يأمرهم بإجلال الكبير، و إجلال حامل القرآن، وتوقير

الأعلام، وتنزية القرآن، و أن يمسّوه على وضوء. ومن أبى إلا الدعاء بدعوى الجاهلية أو حاول غير قابلة أن يقطعوا بالسيف۔(۱)

ترجمہ:

’’حضرت سیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن یوسف رضی اللہ عنہ نے ہمیں اپنے والد سے اور انہوں نے عبید بن صخر سے بیان کردہ حدیث بتائی ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے یمن پر تعینات عمال سے عہد لیا۔ اور وہ یہ ہے:

’’یہ معاہدہ حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے فلاں کی طرف ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اپنے تمام معاملات میں اللہ سے ڈرے کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہ جو احسان کرتے ہیں اور یہ کہ وہ اس طرح حقوق کو حاصل کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو فرض قرار دیا ہے اور ان حقوق کو اسطرح اداء کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں اداء کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ وہ اپنے عمل کے ذریعے نیکی کے لئے آسانی پیدا کرے۔ اور یہ کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا نہ کرے۔

’’بے شک یہ قرآن اللہ کی رسی ہے اس میں عدل کا حصّہ ہے اور بہت زیادہ علم ہے اور دلوں کی بہار ہے پس اس کی محکم آیات پر عمل کرو اور اس کے بتائے ہوئے حلال وحرام کو جانو اور اس کی متشابہ آیات پر ایمان لاؤ بے شک یہ بات اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ فرائض کی ادائیگی کے بعد عذاب نہیں دیتا اور جو نیک

(۱) ۱۔ طبری، تاریخ الأمم والملوك، ۲:۱۹۵

۲۔ ابن کثیر، البداية والنهاية، ۵: ۷۶

کام کرتا ہے وہ اس کے نیک کام کو قبول فرماتا ہے اور اس کو اس کے لئے بہتر بناتا ہے اور وہ برائی کو اس کے کرنے والے پر لوٹا دیتا ہے اور اس کو اس کے لئے ناپسند کرتا ہے۔

’’اور یہ کہ وہ (حکمران) عوام کو ظلم سے بچائے، اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے حکمران کو کمزوروں کے لئے مدد گار بنایا ہے اور طاقتوروں کے لئے آڑ بنایا ہے تاکہ وہ طاقتور کو ظلم سے دور رکھ سکیں اور کمزور کی حق کے معاملات میں مدد کر سکیں اور زندگی میں ایک دفعہ حج کرنا اس کے لئے فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو اور عمرہ حج اصغر ہے۔

’’اور میں انہیں تنگ لباس پہننے اور ایک کپڑے میں ملبوس ہونے سے منع کرتا ہوں اور عیدالفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے سے اور فجر اور سورج طلوع ہونے کے بعد نماز اداء کرنے سے اور عصر کے بعد نماز اداء کرنے سے یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے اور قبائلی دعوؤں سے اور زمانہ جاہلیت کے لباس سے روکتا ہوں مگر جس کو اسلام نے بہتر قرار دیا۔

’’اور ان کو اللہ کے اخلاق کی ترغیب دو اور اس پر ابھارو بے شک اللہ تعالیٰ بلند اخلاق کو پسند کرتا ہے اور برے اخلاق کو ناپسند کرتا ہے۔

’’اور ان کو حکم دو کہ وہ وقت پر نماز اداء کریں اور اچھے طریقے سے وضو کریں اور وضو چہرے کو دھونا اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا اور پاؤں کا ٹخنوں سمیت دھونا اور چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ اور رکوع و سجود کا پورا کرنا اور قرآن پاک سے جو کچھ میسر ہو اس کی عاجزی و انکساری کے ساتھ قرأت کرنا ان کے لئے ضروری ہے۔

’’اور ہر نماز کو ان کے مناسب وقت میں اداء کرو اگر جلدی ہو تو جلدی کے

ساتھ نماز اداء کرو اور اگر جلدی نہ ہو تو تاخیر کے ساتھ۔ صبح کی نماز اس کا وقت طلوع فجر کے ساتھ شروع ہوجاتا ہے جو کہ طلوع شمس تک رہتا ہے۔ اور ظہر کا وقت زوال کا وقت ختم ہونے کے ساتھ شروع ہوجاتا ہے۔ اور عصر کے وقت تک رہتا ہے اور عصر کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل تک ہوتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک سورج غروب نہیں ہوتا اور مغرب کاوقت غروب آفتاب سے شروع ہوکر شفق کے غروب ہونے تک رہتا ہے اور نمازِ عشاء کا وقت غروبِ شفق سے لے کر اس وقت تک ہے جب رات کی تاریکی ختم ہونے لگے۔ اور یہ کہ تو ان کو نماز جمعہ پڑھنے کی اور جماعت کو لازم پکڑنے کی تلقین کرو۔

’’اور یہ کہ تو لوگوں سے ان کے اموال میں سے جو صدقہ ان پر فرض ہے لو اور اس زمین سے جس کو نہروں یا آسمانی بارش نے سیراب کیا ہو عشر لازم ہے اور اس زمین سے جس پر پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا ہو نصف عشر لازم ہے۔

’’اور ہر پانچ اونٹوں میں زکوٰۃ ایک بھیڑ ہے اور یہ ۲۵ اونٹوں تک ہے اور اگر اونٹ ۲۵ سے زائد ہو جائیں تو ان میں زکوٰۃ اونٹنی کا ایک سال کا بچہ ہے اور یہ ۳۵ اونٹوں تک ہے اور اگر ایک اونٹ بڑھ جائے تو اس میں اونٹنی کا دوسالہ بچہ ہے اور یہ ۴۵ اونٹوں تک ہے اور اگر ایک اونٹ زائد ہو جائے تو اس میں ۴ سال کا اونٹنی کا بچہ اور یہ ۶۰ اونٹوں تک ہے پھر اگر ایک اونٹ بڑھ جائے تو اس میں زکوٰۃ اونٹنی کے دو سالہ دو بچے اور یہ ۷۵ اونٹوں تک ہے پھر اگر ایک بڑھ جائے تو اس میں اونٹنی کا پانچ سالہ بچہ ہے پھر اگر ایک اونٹ بڑھ جائے تو اس میں اونٹنی کے دوسالہ دو بچے ہیں یہاں تک کہ وہ اونٹ ۹۰ ہوجائیں پھر اگر ان میں ایک اونٹ بڑھ جائے تو اس میں زکوٰۃ اونٹنی کے چارسالہ دو بچے ہیں یہاں تک اونٹوں کی تعدا ۱۲۰ ہوجائے پھر ہر پچاس اونٹ میں اونٹنی کا

چار سالہ ایک بچہ ہے۔

''اور کھیتوں میں چرنے والی چالیس بکریوں میں یہ ۱۲۰ بکریوں تک ہے پھر اگر ایک بکری بڑھ جائے تو اس میں دو بھیڑیں ہیں اور یہ ۲۰۰ بھیڑوں تک ہے پھر اگر ایک بکری بڑھ جائے تو اس میں تین بکریاں ہیں پھر اس کے بعد سو بکریوں میں ایک بکری ہے۔

''اور پانچ گائیوں میں ایک بکری ہے اور یہ تیس گائیوں تک ہے پھر اگر ۳۰ گائیں ہو جائیں تو اس میں ایک تبیع ہے اور ہر چالیس گائیوں میں دو سالہ بچھڑا ہے اور گائیوں کے چھوٹے بچوں میں زکوٰۃ نہیں ہوگی۔

''اور ہر بیس مثقال سونے میں آدھا مثقال سونا زکوٰۃ ہے اور ہر دوسو چاندی کے ورق میں ۵ درہم زکوٰۃ ہے۔

''اور ہر پانچ اوسق غلے میں آدھا اوسق زکوٰۃ ہے اور یہ غلہ گندم، کھجور، جو اور بغیر چھلکے والے جو کو شامل ہے اور اللہ تعالیٰ نے سارے دانے دینے سے معاف کیا مگر یہ کہ کوئی آدمی اپنی رضا سے دے دے۔

''اور جس نے اسلام قبول کیا تو وہ کچھ اس کے لئے ہے جو ہمارے لئے ہے اور اس پر وہ کچھ لازم ہے جو ہم پر ہے اور جو اپنے سابقہ دین پر ثابت قدم رہا تو اس پر دائرہ حیات تنگ نہیں کیا جائے گا اور ہر جزیہ دینے والے پر اس کے حسبِ حال جزیہ لیا جائے گا یعنی ایک دینار یا اس سے کچھ زیادہ یا اس کے برابر قیمت پس جس نے یہ جزیہ اداء کیا تو اس کے لئے ذمہ اور حفاظت ہے اور جس نے یہ جزیہ دینے سے انکار کیا تو اس کے لئے کوئی ذمہ نہیں ہے۔

''اور یہ کہ وہ (حکمران) ان کو بڑوں کی قدر کرنے، حامل قرآن کی قدر کرنے اور بڑی بڑی شخصیات کی عزت کرنے اور قرآن کی پاکی بیان کرنے کا حکم

دے اور یہ کہ وہ قرآن بغیر وضو نہ چھوئیں۔ اور جس نے اس چیز کا انکار کیا اور فقط جاہلیت والا دعویٰ کیا یا کوئی اور ناجائز حرکت کی تو اس کو تلوار کے ذریعے کاٹ دیا جائے گا۔‘‘

(۷) علاء الحضرمی کے نام مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

هذا كتاب من محمد رسول الله ﷺ النّبي الأُمي القرشيّ الهاشميّ رسول الله و نبيه إلٰی خلقه كافة (إلی كافة خلقه) للعلاء بن الحضرمي و من تبعه من المسلمين عهدًا أعهده (عهده) إليهم.

اتّقوا الله أيها المسلمون ما استطعتم فإني قد بعثت إليكم العلاء بن الحضرمي و أمرته أن يتّقي الله وحده لا شريک له و أن يلين فيكم الجناح (و أن يلين الجناح فيكم) و يحسن فيكم السيرة و يحكم بينكم و بين من لقاه من الناس بما أمر الله في كتابه من العدل و أمرتكم بطاعته إذا فعل ذلک فإن حكم فعدل و قسّم فأقسط و استرحم فرحم فاسمعوا له و أطيعوا وأحسنوا مؤازرته ومعونته فإن لي عليكم من الحق طاعة و حقًا عظيمًا لا تقدّرونه كل قدره و لا يبلغ القول كنه عظمة حقّ الله و حق رسوله و كما أن ولرسوله على الناس عامة وعليكم خاصة حقًا واجبًا في طاعته والوفاء بعهده فرضي الله عمن اعتصم بالطّاعة حقّ كذلک للمسلمين على ولاتهم حقّ واجب وطاعة فإن الطاعة درک خير و نجاة من كل شر يتّقٰی.

وأنا أُشهد الله علٰی (کل) من ولّیته شيئًا ممن أمر المسلمین قلیلًا أوکثیرًا فلیستخیروا الله عند ذلک ثم لیستعملوا علیهم أفضلهم في أنفسهم۔(۱)

ترجمہ:

’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ نبی امی قرشی ہاشمی اللہ کے رسول اور اس کے نبی جنہیں اس نے اپنی تمام مخلوقات کی طرف بھیجا ہے کی طرف سے علاء بن حضرمی اور وہ جو مسلمانوں میں سے اس کی اتباع کریں ایک وصیت ہے جو میں ان کی طرف کر رہا ہوں۔

’’اے مسلمانو! جہاں تک ہوسکے اللہ سے ڈرو۔ میں نے علاء بن حضرمی کو تمہاری طرف بھیجا ہے اور اس کو حکم دیا ہے کہ وہ فقط اللہ وحدہ لا شریک سے ڈرے اور یہ کہ وہ تمہارے لیے نرمی کا گوشہ اختیار کرے اور تمہارے درمیان اپنے کردار کو اچھا رکھے اور تمہارے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جن سے وہ ملے اس چیز کے ساتھ فیصلہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں عدل کے بارے میں ارشاد فرمائی ہے اور میں تمہیں اس کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں اگر اس نے ایسا کیا۔ پس اگر اس نے فیصلہ کیا تو عدل کے ساتھ اور اگر تقسیم کیا تو

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۱۸: ۸۹، رقم: ۱۶۵
۲۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۱۹: ۴۳۷
۳۔ هیثمي، مجمع الزوائد، ۵: ۳۱۰
۴۔ هیثمي، مجمع الزوائد، ۶: ۱۳
۵۔ ابن اثیر، أسد الغابة فی معرفة الصحآبة، ۲: ۲۳۸
۶۔ عسقلاني، المطالب العالیة، ۲: ۲۳۷
۷۔ عسقلاني، الإصابة فی تمییز الصحابة، ۲: ۱۷۸

انصاف کے ساتھ اور اگر کسی نے رحم طلب کیا تو اس پر رحم کیا تو تم لوگ اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو اور اچھے طریقے سے اس کی مدد و معاونت کرو۔ پس تم پر میرے لیے اطاعت کا حق ہے اور یہ بہت بڑا حق ہے تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے اور نہ ہی کوئی قبول اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حق کی حقیقت کو پہنچ سکتا ہے اور جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول کا لوگوں پر عام طور اور تم پر خاص طور پر حق واجب ہے ان کی اطاعت کا اور ان کے ساتھ کیے عہد و پیمان کا پس اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوا جو اطاعت کے ذریعے محفوظ ہو گیا اسی طرح مسلمانوں پر حق ہے کہ اپنے والیوں کی اطاعت کریں۔ پس بے شک اطاعت بھلائی کا خزانہ ہے اور ہر ڈر والے شر میں نجات ہے۔

''اور میں اللہ تعالیٰ کو ہر اس پر گواہ بناتا ہوں جس کو میں نے مسلمانوں کے معاملات میں سے کسی چیز کا بھی والی بنایا ہے خواہ وہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ پس اللہ تعالیٰ سے اس معاملہ میں خیر طلب کرو اور اس کو اپنا عامل بناؤ جو تم میں سے افضل ہے۔''

(vi) اہل مقنا کے ساتھ معاہدہ

بسم الله الرحمن الرحيم.من محمد رسول الله إلى بني جنبة و إلى أهل مقنا.

أما بعد! فقد نزل على آيتكم راجعين إلى قريتكم، فإذا جاءكم كتابي هذا فإنكم آمنون، لكم ذمّة الله و ذمّة رسوله. و إن رسوله غافر لكم سيئاتكم و كلَّ ذنوبكم، و إن لكم ذمة الله و ذمة رسوله، لا ظلم عليكم و لا عَدى. و إنَّ رسول الله جارلكم مما منع منه نفسه.

فإن لرسول الله بَزّكم و كل رقيق فيكم و الكُراع و الحَلقة، إلا ما عفا عنه رسولُ الله، أو رسولُ رسولِ الله. و إن عليكم بعد ذلك ربع ما أخرجت نخلكم، و ربع ما صادت عروككم، و ربع ما اغتزل نساؤكم. و إنكم برئتم بعدُ من كل جزية أو سُخرةٍ.

فإن سمعتم و أطعتم، فإن على رسول الله أن يكرم كريمَكم و يعفو عن مُسيئكم.

أما بعد فإلى المؤمنين و المسلمين: من أطلع أهل مقنا بخير فهو خير له، و من أطلعهم بشرٍ فهو شرٌ له.

و أن ليس عليكم أمير إلا من أنفسكم. أو من أهل رسول الله. والسلام. و كتب علي بن أبي طالب في سنة تسع۔(1)

ترجمہ:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بنی جنبہ اور اہل مقنا کی طرف۔

''تحقیق میرے پاس تمہارے کچھ راہنما آئے اور میں نے ان کو تمہارے علاقے کی طرف لوٹتے ہوئے یہ خط دیا پس جب تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے گا تو تم یہ یقیناً ایمان لے آؤ گے پھر تمہارے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہو گا اور بے شک اللہ کا رسول ﷺ تمہارے لئے تمہاری خطاؤں اور گناہوں کو معاف کرنے والا ہے اور تمہارے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ ہے نہ تم پر کوئی ظلم ہو گا اور نہ ہی دشمنی اور اللہ کا رسول تمہیں اس چیز

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۲۷۷
۲۔ مقریزی، إمتاع الأسماع، ۱: ۴۳۹

سے بچانے والا ہے جس سے اس نے اپنے آپ کو بچایا ہوا ہے۔

’’بے شک تمہارا اسلحہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے اس طرح تم میں سے ہرکمزور اور تمہارے گھوڑے، خچر اور گدھے اور ان کی رسیاں مگر جو چیز حضور نبی اکرم ﷺ نے معاف فرمادیا رسول اللہ ﷺ کے پیامبر نے تو اس کے بعد تم پر تمہاری کھجور کی پیداوار کا چوتھائی حصہ دینا لازم ہے اور جو شکار تمہارے شکاری کریں اس کا چوتھائی حصہ اسی طرح جو سوت تمہاری عورتیں کاتیں اس کا چوتھائی حصہ اور بے شک اس کے بعد تم ہر طرح کے جزیئے اور بیگار سے بری ہو اور اگر تم (میری بات) سنو اور اس کی اطاعت بجالاؤ تو بے شک اللہ کے رسول ﷺ پر یہ بات لازم ہے کہ وہ تمہارے معززین کی عزت کرے اور تمہارے گناہگاروں سے درگزر کرے۔

’’اس کے بعد تمام مؤمنوں اور مسلمانوں کی طرف: جس نے ہل مقنا کو بھلائی سے آگاہ کیا تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اور جس نے ان کو برائی سے آگاہ کیا تو یہ اس کے لئے برا ہے اور غیروں میں سے تم پر کوئی امیر نہیں مگر تمہارے اندر سے یا حضور نبی اکرم ﷺ کے بھیجے ہوئے افراد میں سے۔ اس خط کو حضرت علی بن ابو طالب نے سن ۹ ہجری میں لکھا۔‘‘

(vii) عاملینِ زکوٰۃ کے نام مکتوب

عن سالم بن عبد الله: كتب رسول الله ﷺ كتاب الصدقة فلم يخرجه إلى عماله حتى قُبض فقرنه بسيفه. فعمل به أبوبكر حتى قُبض. ثم عمل به عمر حتى قُبض. فكان فيه:

في خمس من الإبل (في رواية أخرى: في خمس ذود) شاة. و في عشر شاتان. و في خمس عشرة ثلاث شياه. و في عشرين

أربع شیاہ. و فی خمس و عشرین ابنة مخاض، إلی خمس و ثلاثین. فان زادت و احدة ففیها بنت لبون، إلی خمس و أربعین. فان زادت واحدة ففیها حقة، إلی ستین. فاذا زادت و احدة ففیها جذعة، إلی خمس و سبعین. فإذا زادت واحدة ففیها بنتا لبون، إلی تسعین. فإذا زادت واحدة فیها حقتان، إلی عشرین و مائة. فان کانت الإبل أکثر من ذلک ففی کل خمسین حقة، و فی کل أربعین ابنة لبون.

و فی الغنم: فی کل أربعین شاةً شاةٌ، إلی عشرین و مائة. فإذا زادت واحدة فشاتان إلی مائتین. فإذا زادت علی المائتین ففیها ثلاث شیاہ إلی ثلاث مائة. فإذا کانت الغنم أکثر من ذلک ففی کل مائة شاةٍ شاةٌ ولیس فیها شیء حتی تبلغ المائة. ولا یفرق بین مجتمع ولا یجتمع بین متفرق مخافة الصدقة و ما کان من خلیطین فإنهما یتراجعان بالسویة. ولا توخذ فی الصدقة هرمة ولا ذات عوار

روایة ثانیة عند البیهقی:

فی خمس ذود شاة. و فی عشر شاتان. و فی خمس عشرة ثلاث شیاہ و فی عشرین أربع شیاہ و فی خمس و عشرون ابنة مخاض، إلی خمس و ثلاثین. فإذا لم تکن ابنة مخاض فابن لبون ذکرٌ. فإذا کانت ستا و ثلاثین فابنة لبون، إلی خمس و أربعین. فاذا کانت ستا و أربعین فحقه، إلی ستین، فإذا کانت إحدی و ستین فجذعة، إلی خمس و سبعین. فإذا زادت فابنتا لبون، إلی

تسعين، فإذا زادت فحقتان، إلى عشرين و مائة. فإذا كثرت الإبل، ففي كل خمسين حقة، و في كل أربعين ابنة لبون۔(۱)

ترجمہ:

’’حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے زکوٰۃ کے بارے میں خط لکھا لیکن اپنی حیات مبارکہ میں یہ خط عاملین زکوٰۃ کو نہ دیا اور اس خط کو آپ ﷺ نے اپنی تلوار کے ساتھ چسپاں کیا ہوا تھا پھر آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری زندگی اس پر عمل کیا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوری زندگی اس پر عمل کیا پس اس خط میں یہ لکھا ہوا تھا کہ

’’پانچ اونٹوں میں ایک بھیڑ ہے اور دس اونٹوں میں دو بھیڑیں اور پندرہ اونٹوں میں تین بھیڑیں اور بیس اونٹوں میں چار بھیڑیں اور پچیس اونٹوں میں اونٹنی کا ایک سالہ بچہ اور یہ پینتیس اونٹوں تک رہے گا پھر اگر ایک اونٹ بڑھ جائے تو اس میں اونٹنی کا دو سالہ بچہ اور یہ پینتالیس اونٹوں تک رہے گا پھر اگر ایک اونٹ بڑھ جائے تو اس میں اونٹنی کا چار سالہ بچہ اور ساٹھ اونٹوں تک رہے گا پس پھر اگر ایک اونٹ بڑھ جائے تو اس میں اونٹنی کا پانچ سالہ بچہ اور یہ پچھتر اونٹوں تک رہے گا پھر اگر ایک اونٹ بڑھ جائے تو اس میں اونٹنی کے چار سالہ دو بچے اور یہ ایک سو بیس اونٹوں تک رہے گا پھر اگر اونٹ اس سے زیادہ ہوں تو ہر پچاس اونٹوں میں اونٹنی کا ایک چار سالہ بچہ اور ہر چالیس اونٹوں میں اونٹنی کا ایک دو سالہ بچہ۔

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الزكاة، باب ما جاء في زكاة الإبل والغنم، ۳: ۱۷، رقم: ۶۲۱

۲۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۴: ۸۸، رقم: ۷۰۴۳

’’اور بکریوں میں ہر چالیس بھیڑوں میں ایک بھیڑ اور یہ ایک سو بیس بھیڑوں تک ہے پھر اگر ایک بڑھ جائے تو دو بھیڑیں اور یہ دوسو تک ہے پھر اگر دوسو بھیڑوں پر ایک بھیڑ بڑھ جائے تو اس میں تین بھیڑیں ہیں اور یہ تین سو بھیڑوں تک ہے پھر اگر بھیڑیں اس سے زیادہ ہوں تو ہر سو بھیڑ میں ایک بھیڑ اور اگر سو سے کم ہو تو اس میں کوئی چیز نہیں ہے۔

’’اور جمع شدہ بھیڑوں کو علیحدہ نہیں کیا جائے اور اسی طرح علیحدہ بھیڑوں کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا صدقے کے ڈر کی بناء پر۔ اور جو جانور دو گروہوں سے ہوں تو برابر طور پر اپنے اپنے گروہ کی طرف لوٹ جائیں گے اور بوڑھے اور کانے جانوروں میں زکوٰۃ نہیں ہوتی۔

(امام بیہقی کی بیان کردہ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:)

’’پانچ اونٹوں میں ایک بکری، دس میں دو بکریاں، پندرہ میں تین بکریاں اور بیس میں چار بکریاں اور پچیس اونٹوں میں اونٹنی کا ایک سالہ بچہ اور یہ پینتیس تک ہے اور اگر اونٹنی کا مؤنث بچہ نہ ہو تو اس کا مذکر بچہ اور اگر چھتیس اونٹ ہو جائیں تو اونٹنی کا دو سالہ بچہ اور پینتالیس اونٹوں تک ہے پس اگر چھیالیس اونٹ ہو جائیں تو اونٹنی کا چار سالہ بچہ اور یہ ساٹھ اونٹوں تک ہے پھر اگر اکسٹھ اونٹ ہو جائیں تو اونٹنی کا پانچ سالہ بچہ اور یہ پچھتر اونٹوں تک ہے پھر اگر ایک اونٹ بڑھ جائے تو اس میں اونٹنی کے دو دو سالہ بچے اور یہ نوے تک ہے پھر اگر ایک اونٹ بڑھ جائے تو اس میں چار سالہ اونٹنی کے دو بچے اور یہ ایک سو بیس اونٹوں تک ہے۔ پس پھر اگر اس تعداد سے اونٹ بڑھ جائیں تو ہر پچاس اونٹوں میں اونٹنی کا ایک چار سالہ بچہ اور ہر چالیس اونٹوں میں اونٹنی کا ایک دو سالہ بچہ۔‘‘

(viii) حاکمِ یمن عمرو بن حزم کے نام مکتوب

و قد کان بعث رسول اللہ ﷺ إلی بنی الحارث بن کعب بعد أن

ولی وفدهم عمرو بن حزم ليفقههم فى الدين، و يعلمهم السنة و معالم الإسلام. و يأخذ منهم الصدقات، و كتب له كتاباً عهد فيه عهده و أمره فيه أمره:

بسم الله الرحمن الرحيم.

۱۔ هذا بيان من الله و رسوله: يا أيها الذين آمنوا أوفوا بالعقود– عهدٌ محمدٍ النبى رسول الله، لعمرو بن حزم حين بعثه إلى اليمن.

۲۔ أمرهُ بتقوى الله فى أمره كله، فإن الله مع الذين اتّقوا و الذين هم محسنون.

۳۔ و أمره أن يأ خذ بالحق كما أمره الله.

۴۔ و أن يُبشِرَ الناسَ بالخير و يأمرهم به و يعلِّم الناس القرآن و يفقّههم فيه، و ينهى الناس، فلا يمسّ القرآن إنسانٌ إلا و هو طاهر.

۵۔ و يخبر الناس بالذى لهم و الذى عليهم.

۶۔ و يلين للناس فى الحق و يشتدَّ عليهم فى الظلم، فإن الله كره الظلم و نهى عنه فقال: ألا لعنة الله على الظالمين.

۷۔ و يبشّر الناس بالجنة و يعلمها، و ينذر الناس النار و عملها.

۸۔ و يستألف الناس حتى يفقهوا فى الدين، و يعلّم الناس معالم الحج و سنة و فريضته و ما أمر الله به، و الحجُّ الأكبر الحجُّ الأكبر، والحج الأصغر هو العمرة.

۹۔ و ینهى الناسَ أن یصلى أحدٌ فى ثوبٍ واحدٍ صغیر، إلا أن یکون ثوباً یثنى طرفیه على عاتقَیه. وینهى أن یحتبى أحد فى ثوبٍ یُفضى بفرجه إلى السماء.

۱۰۔ و ینهى أن یعقِص أحد شَعر رأسه فى قَفاه.

۱۱۔ و ینهى إذا کان بین الناس هَیُجٌ عن الدعاء إلى القبائل و العشائر، و لیکن دعواهم إلى الله وحده لا شریک له. فمن لم یدعُ إلى الله و دعا إلى القبائل و العشائر، فلیقطفوا بالسیف حتى یکون دعواهم إلى الله وحده لا شریک له.

۱۲۔ و یأمر الناس بإسباغ الوضوء: وجوههم و أیدیهم إلى المرافق، و أرجلهم إلى الکعبین، و یمسحون برؤوسهم کما أمرهم الله.

۱۳۔ و أمر بالصلاة لوقتها، و إتمام الرکوع و الخشوع یُغلس بالصبح ویهجر بالهاجرة حین تمیل الشمس، و صلاة العصر و الشمس فى الأرض مدبرة، و المغرب حین یقبل اللیل ولا تؤخر حتى تَبدو النجوم فى السماء أولَ اللیل.

۱۴۔ و أمر بالسعى إلى الجمعة إذا نودى لها، و الغُسل عند الرواح إلیها.

۱۵۔ و أمره أن یأخذ من المغانم خُمس الله.

۱۶۔ و ما کتب على المؤمنین فى الصدقة: من العقار عُشرُ ما سَقَت العینُ و سقت السماء. و على ما سَقى الغَرب نصف العُشر.

۱۷۔و فی کل عَشرٍ من الإبل شاتان، و فی کل عشرین أربع شیاه.

۱۸۔و فی کل أربعین من البقر بقرةٌ، و فی کل ثلاثین من البقر تبیعٌ: جذعٌ أو جذعةٌ.

۱۹۔ و فی کل أربعین من الغنم سائمةً و حدها شاةٌ

۲۰۔فإنما فریضة اللہ التی افترَض علی المؤمنین فی الصدقة، فمن زاد خیراً فهو خیر له.

۲۱۔ و إنه من أسلم من یهودی أو نصرانی إسلاماً خالصاً من نفسه و دان بدین الإسلام فإنه من المؤمنین، له مثل ما لهم و علیه مثل ما علیهم ومن کان علی نصرانیته أو یهودیته فإنه لا یُرَدّ عنها. و علی کل حالم – ذکرٍ أو أنثی حرٍ أو عبدٍ – دینارٌ وافٍ أو عرضه ثیاباً.

۲۲۔فمن أدّی ذلک فإن له ذمةَ اللہ و ذمةَ رسوله، ومن منع ذلک فإنه عدو للہ و لرسول و للمؤمنین جمیعاً۔(۱)

ترجمہ:

''حضور نبی اکرم ﷺ نے بنی حارث بن کعب کی طرف یہ خط بھیجا بعد اس کے آپ ﷺ نے عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو ان کا حکمران مقرر کیا تا کہ وہ ان کو دین کا فہم عطاء کریں اور ان کو سنت اور اسلام کے معالم کی تعلیم دیں اور ان سے زکوۃ

(۱) ۱۔ابن کثیر، تفسیر القرآن العظمیم، ۲:۴

۲۔ابن ہشام، السیرۃ النبویة، ۵: ۲۹۴

۳۔ سیوطی، تنویر الحوالك، ۱:۱۵۹

وصول کریں آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط لکھا جس میں آپ ﷺ نے اپنا عہد اور حکم لکھا۔

”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے بیان ہے:

یٰـاَیُّـهَا الَّذِینَ آمَنُوا اَوۡفُوا بِالۡعُقُودِ۔(۱)

”اے ایمان والو! (اپنے) عہد پورے کرو۔“

حضور نبی اکرم ﷺ جو اللہ کے سچے رسول اور نبی ہیں کا عہد عمرو بن حزم کے لئے جب آپ ﷺ نے آپ کو یمن کی طرف بھیجا۔

۲۔ آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے تمام معاملات میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقوی اختیار کرتے ہیں اور جو احسان کرنے والے ہیں۔

۳۔ آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حق کو اس طرح لیں جس طرح کہ اللہ نے ان کو حکم دیا ہے۔

۴۔ اور یہ کہ وہ لوگوں کو نیکی کی خوشخبری دیں اور اس کے کرنے کا حکم دیں اور لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور اس میں تفقہ کی تلقین کریں اور لوگوں کو برے کاموں سے روکیں اور یہ کہ کوئی انسان قرآن کو بغیر طہارت کے نہ چھوئے۔

۵۔ اور لوگوں کو اس چیز کے بارے بتائیں جو ان کے لئے ہے یا ان پر لازم ہے۔

۶۔ اور حق کے معاملات میں لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے اور ظلم کے

(۱) القرآن، المائدۃ، ۵: ۱

معاملہ میں ان پر سختی کرے بے شک اللہ تعالیٰ نے ظلم کو ناپسند کیا ہے اور اس سے منع کیا ہے اور فرمایا:

اَلاَ لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ۝ (۱)

”جان لو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۝“

۷۔ لوگوں کو جنت کی خوشخبری دو اور دوزخ کے عذاب سے ڈراؤ۔

۸۔ لوگوں کے ساتھ الفت اور پیار کے ساتھ پیش آو یہاں تک کہ وہ آپ سے دین کو سمجھ سکیں اور لوگوں کو حج کے معالم اور اس کی سنت اور فرض اور جس چیز کا اللہ نے حکم دیا ہے وہ سکھائے اور حج اکبر سے مراد حج اکبر ہے اور حج اصغر سے مراد عمرہ ہے۔

۹۔ اور یہ کہ وہ لوگوں کو ایک کپڑا میں نماز پڑھنے سے منع کریں مگر ایک کپڑا اس طرح کا ہو کہ اس کے دونوں کنارے کندھے پر باندھے جاسکتے ہوں اور ایک کپڑے میں گھٹنے کھڑے کر کے لیٹنے سے منع کیا۔

۱۰۔ اور اس چیز سے منع کرے کہ کوئی آدمی اپنے سر کے بالوں کی چوٹی بنائے۔

۱۱۔ اور لوگوں کو منع کرے جب ان کا ان کے قبائل اور خاندانوں کو پکارنے کی وجہ ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی ہو پس چاہیے کہ ان کا پکارنا ایک خدا وحدہ لاشریک کے لئے ہو پس جو کوئی اللہ کو نہیں پکارتا اور اپنے قبائل اور خاندانوں کو پکارتا ہے تو اس کو تلوار کے ذریعے کاٹا جائے یہاں تک کہ ان کا پکارنا خدا وحدہ لاشریک کے لئے نہ ہو جائے۔

۱۲۔ اور لوگوں کو اچھی طرح وضو کرنے کا حکم دے: وہ اپنے چہرے اور ہاتھ کو کہنیوں سمیت دھوئیں اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک اور اپنے سروں کا اس

(۱) القرآن، ہود، ۱۱: ۱۸

طرح مسح کریں جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے۔

۱۳۔ اور ان کو نماز اس کے اوقات میں پڑھنے کا حکم دے اور اتمام رکوع اور عاجزی و انکساری کا حکم دے اور صبح کی نماز اس وقت تک پڑھے جب رات کی تاریکی تھوڑی شروع ہو اور عصر کی نماز جب سورج ڈوبنے کی طرف بڑھنا شروع کر دے اور مغرب کی نماز جب رات آ جائے اور اس کو اتنا مؤخر کرے کہ ستارے نظر آنے لگیں اور عشاء کی نماز رات کے پہلے حصے میں۔

۱۴۔ اور جمعہ کی نماز کے لئے جلدی کا حکم دے جب اس کے لئے ندا (اذاں) دی جائے اور نماز جمعہ کی طرف جانے سے پہلے غسل کرے۔

۱۵۔ اور آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ وہ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لئے لے۔

۱۶۔ اور مسلمانوں پر جو زکوۃ فرض ہے اس کھیت کا عشر جو آسمانی پانی یا نہری پانی سے سیراب کی جائے اور اس زمین کا نصف عشر جو کنویں وغیرہ کے پانی سے سیراب کی جائے۔

۱۷۔ اور ہر دس اونٹوں میں دو بھیڑیں زکوۃ ہے اور ہر بیس اونٹوں میں چار بھیڑیں۔

۱۸۔ اور ہر چالیس گائیوں میں ایک گائے اور ہر تیس گائیوں میں اونٹنی کا پانچ سالہ بچہ (مذکر یا مؤنث)۔

۱۹۔ اور ہر چالیس چرنے والی بکریوں میں سے ایک بھیڑ۔

۲۰۔ پس یہ وہ فریضہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے پس جو اس میں اضافہ کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے۔

۲۱۔ اور یہودیوں اور عیسائیوں میں سے جو خلوص دل کے ساتھ اسلام قبول کرے گا تو بے شک وہ مؤمنین میں سے ہے اور اس کے لئے وہی ہے جو ان کے لئے ہے اور اس پر وہی لازم ہے جو ان پر لازم ہے اور جو اپنے یہودی او عیسائی مذہب پر قائم رہے گا تو اس کو اس مذہب سے نہیں ہٹایا جائے گا اور ہر ان میں سے ہر مذکر و مؤنث آزاد اور غلام پر ایک پورا دینار یا اس کی قیمت کے برابر کپڑے دینا لازم ہے۔

۲۲۔ پس جو یہ جزیہ دے گا تو اس کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ ہے اور جس نے یہ جزیہ دینے سے انکار کیا پس بے شک وہ اللہ اور اس کے رسول اﷺ اور تمام مؤمنوں کا دشمن ہے۔‘‘

۸۔ دفاع (State Defence)

مکہ میں دعوت دین میں پیش آنے والی مشکلات اور ہجرت مدینہ کے بعد مدینہ میں یہود، منافقین اور دیگر مضافاتی قبائل کی طرف سے متوقع خطرات کے پیش نظر ریاست مدینہ کے دفاع کو آئین مدینہ میں نمایاں اہمیت دی گئی۔ ریاست کے دفاع کو یقینی بنانے کے لئے وہ تمام اقدامات تجویز کیے گئے جو اس سلسلے میں ضروری تھے۔ دفاع کی اعلیٰ ترین اتھارٹی حضور نبی اکرم ﷺ تھے۔ ریاست کے دفاع کے حتمی فیصلے جنگ، امن، صلح اور معاہدات کرنے کا آخری اختیار آپ کے پاس تھا۔ ریاست کے دفاع کے حوالے سے جن امور کو طے کیا گیا وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ریاست مدینہ کے تمام باشندوں کے لئے امن اور جنگ کی حیثیت مساوی اور برابر ہو گی یعنی اگر امن ہو گا تو تمام باشندوں کے لئے اور جنگ ہو گی تو سارے باشندوں کیلئے۔ باہمی جنگ و جدل، خلفشار اور لاقانونیت کے مدنی معاشرے کے لئے امن اور جنگ کا یہ ضابطہ ایک ایسا بنیادی سنگ میل تھا جس نے آگے چل کر

مدینہ میں امن اور بقائے باہمی کی راہ ہموار کی۔

۲۔ دفاعی اور عسکری اختیارات حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے یعنی جنگ شروع کرنے، ختم کرنے، جنگ میں کسی فرد، گروہ، قبیلہ یا ریاست کے شریک رہنے یا نہ رہنے اور مشتبہ لوگوں کو نکالنے سمیت تمام معاملات کے اختیارات آپ ﷺ کے پاس تھے۔ گویا عسکری اور پالیسی سازی راہنما ہوتے ہوئے حتمی فیصلے آپ نے ہی کرنے تھے۔ ریاست مدینہ کے آئین میں یہ تجویز رکھ کر ریاست کے خلاف کسی بھی سازش یا مستقبل میں پیش آنے والی مشکلات کا خاتمہ کر دیا گیا۔

۳۔ ریاستی دفاع تمام افراد معاشرہ اور باشندگان ریاست کی مشترکہ ذمہ داری قرار دی گئی۔ یعنی اس امر کو طے کیا گیا کہ اگر کوئی دشمن ریاست مدینہ پر حملہ آور ہو تو لوگ وہاں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ تاہم جنگ کی صورت میں پیش آنے والی مشکلات کو حل کرنے کے لئے آئین مدینہ میں یہ طے کیا گیا کہ فوج میں جو بھی اخراجات ہوں گے وہ ہر قبیلہ، ہر محلّہ اور متعلقہ متاثر ہونے والا حصہ خود برداشت کرے گا۔ چونکہ اس وقت تک ریاست کا کوئی مرکزی خزانہ یا مالیاتی ادارہ موجود نہ تھا لہٰذا یہ طریقہ کار اختیار کیا گیا کہ لوگ خود اختیاری اور رضا کارانہ بنیادوں پر ریاست کے دفاع کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔

۴۔ اندرون ریاست امن و امان کے لئے بھی ضابطے طے کیے گئے کہ اگر کسی فیصلے میں جھگڑا رونما ہو تو اولین فیصلہ قبیلے کا سردار کرے گا۔ لیکن اگر اس کے باوجود بھی ایسا نہ ہو پایا تو اعلیٰ ترین اتھارٹی حضور نبی اکرم ﷺ ہوں گے، جن کے پاس معاملہ جائے گا اور آپ ﷺ کا فیصلہ حتمی ہو گا۔

۵۔ اندرون ریاست قیام امن کے لئے شدید ترین جرائم مثلاً قتل کی صورت میں قانون

پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کے لئے ممکنہ اقدامات کو آئین کا حصہ بنایا گیا۔ مثلاً اگر کسی کے ذمہ قانون کے تحت فدیہ یا خون بہا ادا کرنا لازم ہو اور وہ ادا کرنے سے معذور ہو تو یہ مشترکہ ذمہ داری قرار دے دی گئی کہ وہ قبیلہ خود یا اس کا ہمسایہ قبیلہ یا ان کا مرکزی قبیلہ اس رقم کی ادائیگی کا اہتمام کرے اور قانون کی پابندی ہر حال میں یقینی ہو۔

٦۔ دفاع کے باب میں نہ صرف باشندگان مدینہ بلکہ وہاں آباد اقلیتوں یعنی یہودیوں کے کردار اور ان کے حقوق و فرائض کا تعین بھی کیا گیا۔ حتی کہ اس بات کا تعین بھی کیا گیا کہ ریاست مدینہ کے مستقل دشمن قریش مکہ کے ساتھ اہل مدینہ کا طرزِ عمل، ضابطہ کار اور تعلقات کی نوعیت کیا ہو گی۔

اب ہم دستور کی ان دفعات کو بیان کرتے ہیں جو ریاستی دفاع سے متعلق ہیں:

(۱) ریاست کی اَعلیٰ عسکری اتھارٹی: رسول اللہ ﷺ

(Supreme Defence Authority of State: The Holy Prophet ﷺ)

و أنه لا يخرج منهم أحد إلا بإذن محمد۔(۱)

''اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی محمد ﷺ کی اجازت کے بغیر (فوجی کارروائی کے لئے) نہیں نکلے گا۔''

(۲) اِسلامی ریاست کے دشمنوں کی بیخ کنی

(Eradication of State Enemies)

و أنه لا تجار قريش ولا من نصرها۔(۲)

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۴۱

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۵۳

''اور قریش اور ان کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔''

(۳) دشمن سے ساز باز و تعاوُن کی ممانعت

(Prohibition of Conspiracy Against Islamic State)

وأنه لا يجير مشرك مالاً لقريش ولا نفساً، ولا يحول دونه علی مؤمن۔(۱)

''اور (مدینہ کی غیر مسلم رعیت میں سے) کوئی مشرک قریش کی جان و مال کو کوئی پناہ دے گا نہ ان کی خاطر کسی مومن کے آڑے آئے گا۔''

(۴) ریاستی دِفاع میں تمام طبقات کی شمولیت

(Involvement of all Communities in State Defence)

وأن علی اليهود نفقتهم، وعلی المسلمين نفقتهم۔(۲)

''اور یہودیوں پر ان کے خرچے کا بار ہوگا، اور مسلمانوں پر ان کے خرچے کا۔''

وأن بينهم النصر علی من حارب أهل هذه الصحيفة۔(۳)

''اور جو کوئی اس دستور والوں سے جنگ کرے تو ان (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہم امداد عمل میں آئے گی۔''

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۲۵
(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۴۴
(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۴۵

(۵) ریاست کے دِفاع کی ذمہ داری کا حق

(Responsibility of State Defence)

و أن بینهم النصر علی من دهم یثرب۔[(۱)]

’’کسی بیرونی حملہ کی صورت میں ریاستِ مدینہ کا دفاع اِمدادِ باہمی کے تحت ان (یہودیوں اور مسلمانوں) کی مشترکہ ذمہ داری ہوگی۔‘‘

(۶) دفاعی ذمہ داریوں کی تقسیم

(Right of Relaxation in Defence Responsibilities)

و أن کل غازیةٍ غزت معنا، یعقب بعضها بعضا۔[(۲)]

’’اور ان تمام گروہوں کو جو ہمارے ہمراہ (دشمن کے خلاف) جنگ کریں باہم نوبت بہ نوبت رخصت دلائی جائے گی۔‘‘

(۷) ملکی دفاع میں مختلف طبقات کی نمائندگی کا حق

(Right of Representation in State Defence)

و أن الیهود ینفقون مع المؤمنین ما د اموا محاربین۔[(۳)]

’’اور یہودی اس وقت تک مؤمنین کے ساتھ (جنگی) اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں گے۔‘‘

---

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۵۴

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۲۲

(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۲۹

(۸) خوں ریزی کے بدلہ کا حق

(Right to Retaliate the Bloodshed)

وأن المؤمنين يبيئ بعضهم عن بعض بما نال دماء هم في سبيل الله۔[(۱)]

’’اور ایمان والے راہِ خدا میں اپنی ہونے والی خوں ریزی کا ایک دوسرے کے لیے (دشمن سے) انتقام لیں گے۔‘‘

(۹) دِفاعی کردار کی ادائیگی

(Defence Role of State Communities)

على كل أناس حصتهم، من جانبهم الذى قبلهم۔[(۲)]

’’ہر گروہ کے حصے میں اُسی رخ کی (مدافعت) آئے گی جو اس کے بالمقابل ہو۔‘‘

(۱۰) اَمن و سلامتی کا حق (Right of Security)

وأن سلم المؤمنين واحدة، لا يسالم مؤمن دون مؤمن في قتال في سبيل الله، إلا على سواء و عدل بينهم۔[(۳)]

’’اور ایمان والوں کی صلح (معاہدۂ امن) ایک ہی ہوگی۔ اللہ کی راہ میں لڑائی کے دوران کوئی ایمان والا کسی دوسرے ایمان والے کو چھوڑ کر (دشمن سے) صلح نہیں کرے گا جب تک کہ (یہ صلح) ان سب کے لیے برابر اور یکساں نہ ہو۔‘‘

---

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل:۲۳

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل:۵۷

(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل:۲۱

وأنه من خرج آمن، ومن قعد آمن بالمدينة، إلا من ظلم و أثم۔[۱]

’’اور جو جنگ کو نکلے وہ بھی امن کا مستحق ہوگا، اور جو مدینے میں بیٹھا رہے تو وہ بھی امن کا مستحق ہو گا، سوائے اس کے جو ظلم اور قانون شکنی کا مرتکب ہو۔‘‘

(۱۱) باہمی جنگ و جدل سے تحفظ کا حق

(Right of Protection from Mutual Warfare)

وأن يثرب حرام جوفها لأهل هذه الصحيفة۔[۲]

’’اور یثرب کا جوف (یعنی میدان جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے) اس دستور والوں کے لیے حرم (دارالامن) ہو گا (یعنی یہاں آپس میں جنگ کرنا منع ہو گا)۔‘‘

(۱۲) زندگی کے تحفظ کا حق (Right of Life)

ولا يقتل مؤمن مؤمنا في كافر، ولا ينصر كافرا على مؤمن۔[۳]

’’اور کوئی ایمان والا کسی ایمان والے کو کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کرے گا، اور نہ کسی کافر کی کسی ایمان والے کے خلاف مدد کرے گا۔‘‘

وأن ذمة الله واحدة يجير عليهم أدناهم۔[۴]

’’اور اللہ کا ذمہ ایک ہی ہے، ان (مسلمانوں) کا ادنیٰ ترین فرد بھی کسی کو پناہ دے کر سب پر پابندی عائد کر سکے گا۔‘‘

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۶۲
(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۴۹
(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۱۷
(۴) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۱۸

وأن الجار کالنفس غیر مضار ولا آثم۔ (۱)

”پناہ گزین سے وہی برتاؤ ہوگا جو اصل (پناہ دہندہ) کے ساتھ، اُسے ضرر پہنچایا جائے گا نہ وہ خود عہد شکنی کرے گا۔“

۹۔ اُمورِ خارجہ (Foreign Affairs)

ریاستِ مدینہ کی پالیسی برائے خارجہ اُمور اُن آفاقی قواعد وضوابط اور اُصولوں پر مبنی تھی جو کسی بھی منظّم اورمہذب ریاست کے ہو سکتے ہیں۔ ریاستِ مدینہ نے خارجہ اُمور اور دوسرے ممالک کے ساتھ تعلقات کار کے حوالے سے وہ نظری اور عملی بنیادیں فراہم کیں، جس سے آگے چل کر مسلم بین الاقوامی قانون وجود میں آیا اور اس کے دوسری اقوام پر بھی اثرات پڑے۔ تاریخ عالم میں بین الاقوامی قانون کے باب میں یونان کی شہری ریاستوں کے ہاں بین الاقوامی قانون سے متعلقہ دستاویزات کا وجود ملتا ہے۔ ان کا Treaty of Delphi بعد میں Amphictyonic League کے وجود میں آنے کا باعث بنا۔ (۲) جدید دور میں بین الاقوامی قانون کا آغاز Hugo Groitous (1583-1645) سے ہوتا ہے۔ (۳) تاہم مسلم و غیر مسلم بین الاقوامی قانون کا تقابلی مطالعہ بتاتا ہے کہ اِنسانی اَقدار و حرمت کا جتنا لحاظ مسلم قانون میں رکھا گیا ہے اس کی نظیر کسی دوسرے نظامِ قانون میں نہیں ملتی۔ دنیائے عیسائیت کے کئی حکمرانوں نے ان تمام بین الاقوامی قوانین کو کالعدم قرار دے دیا تھا جو عیسائیت سے متعلق نہیں تھے۔ (۴)

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۵۰

(2) Hugh Bowden, *Classical Athens and the Delphic Oracle, Divination and Democracy*, pp. 91, 138.

(3) Hugo Grotius, *On the Law of War & Peace*, - <http://www.constitution.org/gro/djbp.htm>

(4) http://en.wikipedia.org/wiki/Christian_opposition_to_anti-Semitism

اسلامی قانون کی جامعیت یہ ہے کہ اس میں اصطلاحات سے لے کر تفصیلات تک ہر اَمر کا اِحاطہ کیا گیا ہے۔ مسلم قانون میں بین الاقوامی تعلقات کے باب میں عہد (pledge)، معاہدہ (treaty)، میثاق (covenant/pact)، صلح (peace treaty) اور حلف (alliance) کی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں۔[۱] مسلم ماہرین قانون نے معاہدہ کی جو تعریف کی ہے وہ جدید قانونی معیارات پر پورا اترتی ہے:

> ''معاہدہ سے مراد وہ عقد ہے جو کسی معاملے پر باہمی رضامندی سے طے پائے اور وہ قانون مضمرات رکھتا ہو۔''[۲]

مغربی ماہرین قانون کے مطابق:

> A treaty is a written agreement by which two or more States or international organizations create or intend to create a relation between themselves operating within the sphere of international law.[3]

> ''میثاق سے مراد باقاعدہ معاہداتی دستاویز ہے جس کے ذریعے بین الاقوامی قانون کے تحت دو یا زیادہ ریاستیں باہم تعلقات قائم کرتی ہیں یا تعلق قائم کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔''

میثاق (treaty) کی مابین ریاستی معاہداتی حیثیت کو کئی دیگر سیاسی مفکرین نے بھی بیان کیا ہے۔[۴] جدید قانون (Vienna Convention on the Law of Treaties, 1969) میں کسی treaty کے معیاری ہونے کو جانچنے کے لئے اس کا

(۱) سعدی ابوحبیب، موسوعہ الجماع فی الفقہ الاسلامی، ۱۵۱، ۲۷۰، ۳۶۶، ۴۱۵

(۲) شیبانی، السیر الکبیر مع شرح سرخسی، ۴: ۶۰

(3) Lord A. McNair, *The Law of Treaties* 4, 1961.

(4) i. "*Draft Convention on the Law of Treaties*" 29 AM. J. INR'L L. (Supp.) 653, 657.

درج ذیل اَجزاء پر مشتمل ہونا ضروری ہے:

1. Form
2. Preamble
3. Procedure for conclusion of treaty
4. Capacity to conclude a treaty
5. Mode or time of entry into force
6. Peiod of validatoin or duration
7. Procedure for amendments or modifications
8. Expression of consent to be bound by treaty
9. Grounds and procedure for temination
10. Principle of Pacta Sunt Servenda(1)

ریاستِ مدینہ کے معاہدات اور دوسری اقوام وقبائل کے ساتھ طے پانے والی دستاویزات مذکورہ تمام تقاضوں کو بدرجہ اتم پورا کرتے ہیں اور ریاست مدینہ کی طرف سے ان معاہدات اور دستاویزات کی روح یعنی Pacta Sunt Serv anda (معاہدات کا احترام کیا جائے گا)(۲) کا عملی مظاہرہ ابوجندل اور ابوبصیر کو واپس بھیج کر کیا گیا۔(۳)

ریاست مدینہ نے خارجہ امور کی انجام دہی میں جو اصولی اور عملی طریق کار اختیار کیا وہی آگے چل کر نہ صرف اسلامی بلکہ غیر اسلامی دنیا کے لئے بھی بین الاقوامی قانون وتعلقات کے باب میں رہنما ثابت ہوا۔ مغرب کا بین الاقوامی قانون اسلام کے

------ ii. Guyora Binder, *Treaty Conflict and Political Contradiction: The Dialectic of Duplicity* p. 7.
iii. Oppenheim L., *International Law* Sec. 491, at 877.

(1) *Vienna Convention on the Law of Treaties* reprinted in S. Rosenne, *The Law of Treaties: A Guide to the Legislative History of the Vienna Convention* 108.

(2) Vladimir Uro Degan, *Sources of International Law*, p. 394.

(۳) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: ۸۶۲

قانونِ سِیَر کے زیر اثر ہی وجود میں آیا۔[(۱)]

اسلام کے بین الاقوامی قانون پر جسے ''السیر'' کے نام سے پہچانا جاتا ہے، علمائے امت نے اس پر بہت تحقیقی کام کیا۔ امام محمد کی 'السیر الکبیر' اسلام کے بین الاقوامی قانون کے انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں نہ صرف ریاست اور ریاست کے درمیان تعلقات اور ان کے درمیان معاملات کو طے کرنا شامل کیا گیا ہے بلکہ اس امر کی توضیح و تشریح بھی کی گئی ہے اگر غیر ملک کے باشندے اسلامی ملک میں رہ رہے ہوں تو ان پر قانون کا اطلاق کس طرح ہو گا۔ اگر وہ اسلامی ریاست کے قانون سے رجوع کریں تو ان کے معاملات کا فیصلہ کس طرح کیا جائے گا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں ایک نوجوان (یہودی) جوڑے کو آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا جن پر زنا کا الزام تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے استفسار فرمایا کہ زنا کا کیا حکم ہے تو انہوں نے کہا: تورات میں اس کا حکم یہ ہے کہ اس جرم کا ارتکاب کرنے والے کے منہ پر سیاہی لگا کر انہیں گدھے پر سوار کروا کر پورے شہر میں گھمایا جائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جھوٹ کہتے ہو۔ اور جب تورات لائی گئی تو اس یہودی اور حضرت عبد اللہ بن سلام کو آپ نے حکم فرمایا کہ تورات پڑھ کر سناؤ۔ اس یہودی نے پڑھنا شروع کیا اور ایک مقام پر انگلی رکھ کر آگے پڑھا تو حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ انگلی کے نیچے کیا ہے؟ تو وہاں لکھا تھا کہ زنا کی سزا رجم ہے۔ پس حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں رجم کروایا۔[(۲)]

---

(1) i. M De Taube, *Le Monde Le L'Islam et Son Influence Sur L'Europe Orientate*, pp. 380-397.
ii. Ernest Nys, *Les Origines de droit international*

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب قول اللہ تعالی یعرفونہ، ۳: ۱۳۳۰، رقم: ۳۴۳۶

۲۔ ابو داود، السنن، کتاب الحدود، باب رجم الحدود، ۴: ۱۵۳، رقم: ۴۴۴۶

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۰: ۲۷۹، رقم: ۴۴۳۴

اسی طرح اس حدیث اور دیگر احادیث اور روایات قرآنی کی روشنی میں اسلام کے بین الاقوامی قانون میں اس بات کی توضیح وتشریح بھی کی گئی ہے کہ اگر اجنبی لوگ اسلامی ریاست میں رہ رہے ہوں تو ان کے معاملات میں عدالتی چارہ جوئی کا طریقہ کار کیا ہو گا اور ان پر ان کا قانون اسلامی ریاست میں کس طرح نافذ کیا جائے گا۔

ریاست اور ریاست کے مابین معاملات سے متعلقہ بین الاقوامی قانون کے تمام ضوابط بھی آپ ﷺ نے طے فرمائے۔ جس میں قانون جنگ، قانون امن، قانون سفارت کاری، سفراء کا تقرر، ان کے فرائض اور ان کے منصب کے تقدس جیسی تمام تفصیلات شامل ہیں۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلم دنیا میں مستقل سفیروں کا تقرر آج کی جدید مغربی دنیا سے دو سو سال پہلے شروع ہو چکا تھا۔

خارجہ تعلقات کے قرآنی اصول (Principles of Foreign Policy)

اسلامی ریاست کی دوسری ریاستوں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کیا ہو؟ ہمیں اس کی بنیادی رہنمائی براہ راست قرآن حکیم سے ملتی ہے۔ قرآن حکیم سے ملنے والی رہنمائی کی روشنی میں حضور نبی اکرم ﷺ نے دیگر ریاستوں کے ساتھ تعلقات استوار فرمائے اور اپنے عمل اور سنت سے قرآن حکیم کے اصولوں کی توضیح و تشریح فرمائی۔ ہم یہاں قرآن حکیم کی کچھ آیات بیان کر رہے ہیں جن کا تعلق براہ راست خارجہ تعلقات سے ہے:

۱۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَکُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُهَاجِرُوْا وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْکُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰی قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهُمْ

مِّيثَاق وَاللّٰهُ بِمَا تَعمَلُونَ بَصِيرٌo[1]

''بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے (اللہ کے لئے) وطن چھوڑ دیئے اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور (ان کی) مدد کی وہی لوگ ایک دوسرے کے وارث ہیں اور جو لوگ ایمان لائے (مگر) انہوں نے (اللہ کے لئے) گھر بار نہ چھوڑے تو تمہیں ان کی دوستی سے کوئی سروکار نہیں یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اور اگر وہ دین (کے معاملات) میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر (ان کی) مدد کرنا واجب ہے مگر اس قوم کے مقابلہ میں (مدد نہ کرنا) کہ تمہارے اور ان کے درمیان (صلح و امن کا) معاہدہ ہو، اور اللہ ان (کاموں) کو جو تم کر رہے ہو خوب دیکھنے والا ہےo''

۲۔ اِلَّا الَّذِينَ عٰهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلَى مُدَّتِهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَo[2]

''سوائے ان مشرکوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ (اپنے عہد کو پورا کرنے میں) کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ پر کسی کی مدد (یا پشت پناہی) کی سو تم ان کے عہد کو ان کی مقررہ مدت تک ان کے ساتھ پورا کرو، بیشک اللہ پرہیز گاروں کو پسند فرماتا ہےo''

۳۔ كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللّٰهِ وَ عِندَ رَسُولِهِ اِلَّا الَّذِينَ عٰهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ج فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ط

(۱) القرآن، الانفال، ۸: ۷۲

(۲) القرآن، التوبۃ، ۹: ۴

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○ (۱)

"(بھلا) مشرکوں کے لئے اللہ کے ہاں اور اس کے رسول کے ہاں کوئی عہد کیونکر ہوسکتا ہے سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس (حدیبیہ میں) معاہدہ کیا ہے سو جب تک وہ تمہارے ساتھ (عہد پر) قائم رہیں تم ان کے ساتھ قائم رہو بیشک اللہ پرہیزگاروں کو پسند فرماتا ہے○"

۴۔ وَاِنْ نَّكَثُوْا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَا اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ○ (۲)

"اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم (ان) کفر کے سرغنوں سے جنگ کرو بیشک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں تاکہ وہ (اپنی فتنہ پروری سے) باز آجائیں○"

۵۔ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ط اَتَخْشَوْنَهُمْ ج فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (۳)

"کیا تم ایسی قوم سے جنگ نہیں کرو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور رسول کو جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا حالانکہ پہلی مرتبہ انہوں نے تم سے (عہد شکنی اور جنگ کی) ابتداء کی، کیا تم ان سے ڈرتے ہو جبکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو بشرطیکہ تم مومن ہو○"

۶۔ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ط اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ○ (۴)

---

(۱) القرآن، التوبۃ، ۹:۷
(۲) القرآن، التوبۃ، ۹:۱۲
(۳) القرآن، التوبہ، ۹:۱۳
(۴) القرآن، النحل، ۱۶:۹۱

”اور تم اللہ کا عہد پورا کر دیا کرو جب تم عہد کرو اور قسموں کو پختہ کر لینے کے بعد انہیں مت توڑا کرو حالانکہ تم اللہ کو اپنے آپ پر ضامن بنا چکے ہو بیشک اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو o“

۷۔ وَلاَ تَشتَرُوا بِعَهدِ اللهِ ثَمَنًا قَلِيلاً اِنَّمَا عِندَ اللهِ هُوَ خَيرٌ لَّكُم اِن كُنتُم تَعلَمُونَ o(۱)

”اور اللہ کے عہد حقیر سی قیمت (یعنی دنیوی مال و دولت) کے عوض مت بیچ ڈالا کرو بیشک جو (اجر) اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم (اس راز کو) جانتے ہو o“

۸۔ وَلَا تَقرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحسَنُ حَتّٰى يَبلُغَ اَشُدَّهُ وَ اَوفُوا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسئُولًا o(۲)

”اور تم یتیم کے مال کے (بھی) قریب تک نہ جانا مگر ایسے طریقہ سے جو (یتیم کے لئے) بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور وعدہ پورا کیا کرو بے شک وعدہ کی ضرور پوچھ گچھ ہوگی o“

دستورِ مدینہ اور خارجہ تعلقات

(Constitution of Madina & Foreign Relations)

(۱) اَمن و اَمان کی ضمانت اور فروغ

(Guarantee of Promotion of Peace & Security)

وأن سلم المؤمنين واحدة، لا يسالم مؤمن دون مؤمن فی قتال فی

(۱) القرآن، النحل، ۱۶: ۹۵

(۲) القرآن، الاسراء، ۱۷: ۳۴

سبیل الله، إلا علی سواء وعدل بینهم۔(۱)

”اور ایمان والوں کی صلح (معاہدۂ امن) ایک ہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے دوران کوئی مومن کسی دوسرے مومن کو چھوڑ کر (دشمن سے) صلح نہیں کرے گا، جب تک کہ (یہ صلح) ان سب کے لیے برابر اور یکساں نہ ہو۔“

(۲) بقائے باہمی کا اُصول

(Principle of Peaceful Coexistence)

و إذا دعوا إلی صلح یصالحونه ویلبسونه، فإنهم یصالحونه ویلبسونه، وأنهم إذا دعوا إلی مثل ذلک فإنه لهم علی المؤمنین۔(۲)

”اور اگر ان (یہودیوں) کو کسی صلح میں مدعو کیا جائے تو وہ بھی صلح کریں گے اور اس میں شریک رہیں گے، اور اگر وہ کسی ایسے ہی اَمر کے لیے بلائیں تو مومنین کا بھی فریضہ ہوگا کہ ان کے ساتھ ایسا ہی کریں۔“

(۳) امن و صلح کی بنیاد دستور کا اِحترام ہوگا

(Reconciliation & Peace is Subject to Constitution)

و أنّ الله جار لمن برّ واتّقی، و محمّد رسول الله (ﷺ)۔(۳)

”جو اِس دستور کے ساتھ وفا شعار رہے اور نیکی و اَمن پر کاربند رہے، اللہ اور

---

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۲۱

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۵۵

(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۶۳

اس کے رسول محمد (ﷺ) اس کے محافظ ونگہبان ہیں۔‘‘

۴۔ ریاست مدینہ

(۴) خارجہ پالیسی پر مشتمل ریاست مدینہ کی آئینی دستاویزات

(Constitutional Documents of Madina's Foreign Policy)

ریاست مدینہ کے قریش، دیگر قبائل اور دوسرے علاقوں کے ساتھ طے پانے والے معاہدے ریاست کی خارجہ پالیسی اور اسلام کے قانون سیر کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ یہاں درج ذیل معاہداتی دستاویزات (Documents of Treaties) کا متن دیا جا رہا ہے:

۱۔ معاہدۂ حدیبیہ

۲۔ اہل ہمدان سے معاہدہ

۳۔ کسرائے فارس کے نام مکتوب

۴۔ اسیخب بن عبد اللہ کے نام مکتوب

۵۔ نجاشی کے نام مکتوب

(i) معاہدۂ حدیبیہ

جس معاہدہ میں قریش کے وکیل سہیل بن عمرو تھے، اس قرار داد کا عنوان مختلف الفاظ میں ہے:

الف: **هذا ما صالح عليه محمد بن عبد الله وسهيل بن عمرو۔**

’’یہ معاہدہ ہے محمد بن عبد اللہ (ﷺ) اور سہیل بن عمرو کا۔‘‘

ب: **هذا ما قاضى عليه محمّد بن عبد الله أهل مكّة۔**

’’یہ معاہدہ ہے محمد بن عبد اللہ (ﷺ) کا اہل مکہ سے۔‘‘

۱۔ باسمک اللّٰھمّ

۲۔ ھذا ما صالح علیه محمد بن عبد اللہ سھیل بن عمرو

۳۔ و اصطلحا علی وضع الحرب عن الناس عشر سنین یأمن فیھن الناس و یکف بعضھم عن بعض

۴۔ علی أنه من قدم مکة من أصحاب محمد حاجّاً أو معتمراً أو یبتغی من فضل اللہ فھو آمِنٌ علی دمه و ماله. و من قدم المدینة من قریش مجتازاً إلی مصر أو إلی الشام یبتغی من فضل اللہ فھو آمِنٌ علی دمه و ماله.

۵۔ علی أنّه من أتی محمّداً من قریش بغیر إذن وَلیِّه ردّہ علیھم، و من جاء قریشاً ممّن مع محمّد لم یردّوہ علیه.

۶۔ و أن بیننا عیبة مکفوفة، و إنه لا إسلال و لا إغلال

۷۔ و أنّه من أحبَّ أن یدخل فی عقد محمّد و عھدہ دَخَلَه، و من أحبَّ أن یدخل فی عقد قریش و عھدھم دَخَلَ فیه.

فتواثبت خزاعة فقالوا: ’’نحن فی عقد محمد و عھد‘‘ و تواثبت بنو بکر فقالوا: ’’نحن فی عقد قریش و عھدھم‘‘.

۸۔ و أنت ترجع عنا عامک ھذا، فلا تدخل علینا مکة، و أنه إذا کان عامٌ قابل، خرجنا عنک فدخلتَھا بأصحابک فأقمتَ بھا ثلاثًا، معک سلاح الراکب: السیوف فی القُرُب، ولا

تدخلها بغيرها.

۹۔ و علی أن هذا الهدی حيث ما جئناه و محله فا تقدمه علينا

۱۰۔ أشهد علی الصلح رجال من المسلمين و رجال من المشركين: أبو بكر الصديق، و عمر بن الخطاب، و عبد الرحمن بن عوف، و عبدالله بن سهيل بن عمرو، و سعدُ بن أبی و قاص، و محمودُ بن مسلمة.

و مكرز بن حفص (و من المشركين)

و علی بن أبی طالب و كَتَبَ۔[1]

ترجمہ:

”۱۔ اے اللہ! تیرے نام سے آغاز ہے!

۲۔ یہ معاہدہ صلح ہے محمد بن عبداللہ کا جو سہیل بن عمرو کے ساتھ ہوا ان شرائط پر:

۳۔ فریقین میں دس سال کے لئے جنگ کرنا ممنوع ہے

۴۔ ان دس برسوں میں اگر یاران محمد ﷺ مندرجہ ذیل تین اغراض میں سے کسی ایک کے لئے مکہ میں آئیں تو اھل مکہ پر ان کی جان اور مال کی ذمہ داری ہے۔

الف: حج کے لیے

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۲۵

۲۔ طبری، تاریخ الأمم والملوك، ۲: ۱۲۳

ب: عمرہ کے لیے

ج: تجارت کے لیے

اگر قریش تجارت کے لئے مدینہ کے راہ سے مصر یا شام کی طرف جائیں تو مسلمان ان کی جان اور مال کے ذمہ دار ہوں گے۔

۵۔ اہل مکہ میں سے جو شخص اپنے خاندانی سربراہ کی اجازت کے بغیر مسلمان ہو کر مدینہ چلا آئے تو محمد ﷺ پر اس کا مکہ لوٹا دینا واجب ہے۔

بخلاف اس کے اگر کوئی شخص مدینہ میں سے اسلام ترک کر کے مکہ میں پناہ گزین ہو تو قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔

۶۔ ایک دوسرے کے خلاف کسی خفیہ سازش یا کینہ پروری کا ارتکاب نہیں کیا جائے گا۔

۷۔ ان قبائل میں سے جو قبیلہ اھل مکہ کے ساتھ معاہد رہنا چاہے وہ مختار ہے اگر کوئی قبیلہ اسی قبیلہ کی مانند محمد ﷺ کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے تو یہ بھی آزاد ہے۔

(اس موقعہ پر بنو خزاعہ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر لیا اور بنو بکر نے قریش کے ساتھ۔)

۸۔ اس مرتبہ محمد ﷺ اور آپ کے ہمراہیوں کو عمرہ کئے بغیر واپس لوٹنا ہو گا۔

آئندہ سال وہ مکہ میں عمرہ کے لئے آنے کے مجاز ہیں۔

ان کے داخلے پر قریش اور ان کے ہمسائے شہر خالی کر دیں گے۔

مسلمان اپنے ساتھ صرف سواری کے شایاں اسلحہ لا سکتے ہیں مگر تلواریں میان میں ہوں نہ کہ کسی اور غلاف سے ڈھکی ہوئی۔

انہیں مکہ میں تین روز سے زیادہ قیام کی اجازت نہ ہوگی۔

۹۔ مسلمان اس سفر میں عمرہ کے لئے ھدی کے جانور جو اپنے ہمراہ لاتے ہیں وہ منیٰ میں لے جا کر ذبح نہیں کئے جا سکتے۔

۱۰۔ فریقین میں سے اس معاہدہ پر مندرجہ ذیل افراد کے دستخط ہوئے مسلمانوں میں سے اور مشرکین میں سے:

۱۔ ابوبکر صدیق	۵۔ عبداللہ بن سہیل بن عمرو
۲۔ عمر بن الخطاب	۶۔ محمود بن سلمہ
۳۔ عبدالرحمٰن بن عوف	۷۔ مکرز بن حفص
۴۔ سعد بن ابی وقاص	

محرر وثیقہ : علی بن ابی طالب

(ii) حضور ﷺ کا وفدِ ہمدان کے لیے نامۂ مبارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هذا كتاب من محمّد رسول الله إلى مخلاف خارف و أهل جناب الهضب و حفاف الرمل. مع وافدها ذي المشعار مالک بن نمط، و من أسلم من قومه علىٰ أنّ لهم فراعها ووهاطها و عزازها ما أقاموا الصلاة، و آتوا الزكاة، يأكلون علافها، و يرعون عفاها، لنا من دفئهم و صرامهم ما سلّموا بالميثاق والأمانة، ولهم من الصدقة الثلب والناب والفصيل والفارض (والداجن) والكبش

(۱) ۱۔ زینی دحلان، السیرة النبویة، ۳: ۸۹

الحوري، وعليهم الصالغ والقارح۔(۱)

ترجمہ:

''اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحیم ہے۔ اور یہ خط حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مخلاف خارف اور اہل جناب الھضب اور ریت والی زمین میں رہنے والوں اور ان کے ساتھ ذی مشعار مالک بن نمط کے وفود کے لیے ہے اور اس (ذی شعار مالک بن نمط) کی قوم میں جو ایمان لایا تو ان کے لئے ہے اس زمین کے بلند پہاڑ اور پرسکون جگہیں اور ایسی بنجر زمینیں جن کا کوئی مالک نہیں ہے جب تک وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔ وہ اس کا اناج کھائیں گے (یا ان کے جانور اس زمین کا چارہ کھائیں گے) اور ایسی زمین جس کا کوئی مالک نہیں اس کی دیکھ بھال کریں گے اور ہمارے لئے ہے ان کے اونٹوں کی انتاجات اور ان کے پھل جب تک وہ معاہدہ اور امانت کی پاسداری کریں گے اور ان کے لیے ہے۔''

(iii) حضور ﷺ کا کسرائے فارس کے لیے نامۂ مبارک

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمّد رسول الله إلى كسرى عظيم فارس: سلام على من اتبع الهدى، و آمن بالله و رسوله، و شهد أن لا إله إلّا الله وحده لا شريک له، و أنّ محمدًا عبده و رسوله، أدعوک بدعاية الله فإني أنا رسول الله إلى الناس كافة لأنذر من كان حيًا و يحق

.... ۲۔ خفاجی، نسیم الریاض، ۱: ۳۹۲

۳۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱: ۱۶۸

۴۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۴: ۲۶۹

القول علی الکافرین أسلم تسلم، فإن أبیت فعلیک إثم المجوس۔(۱)

ترجمہ:

’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف سے عظیم فارس کے بادشاہ کسریٰ کے نام۔ اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور یہ گواہی دی کہ کوئی الہ نہیں مگر اللہ جو احد ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک محمد اس کا بندہ اور رسول ہے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف تاکہ میں اس کو ڈراؤں جو زندہ ہے اور تاکہ کافروں پر عذاب برحق ہوجائے۔ تم اسلام لاؤ، سلامتی پاجاؤ گے اور اگر تم نے انکار کیا تو تم پر (تیری رعایا) تمام مجوس (کے ایمان نہ لانے) کا گناہ ہوگا۔‘‘

(iv) حضور ﷺ کا اسیخب بن عبد اللہ کے لیے نامۂ مبارک

إنه قد جاءني الأقرع بکتابک و شفاعتک لقومک و إني قد شفعتک و صدقت رسولک الأقرع في قومک فأبشر فیما سألتني بالذي تحبّ، و لکنّي نظرت أن أعلمه و تلقاني، فإن

(۱) ۱۔ حلبی، السیرۃ النبویۃ، ۳: ۲۷۷
۲۔ زیني دحلان، السیرۃ النبویۃ، ۳: ۶۵
۳۔ یعقوبي، التاریخ، ۲: ۷۶
۴۔ ابن کثیر، البدایۃ و النھایۃ، ۴: ۲۶۹
۵۔ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ۲: ۲۱۳
۶۔ طبري، تاریخ الأمم والملوك، ۲: ۱۴۴

تجئنا أکرمک، و إن تقعد أکرمک.

أمّا بعد! فإنّي لا أستھدی أحدًا و إن تھد إليّ أقبل ھدیتک و قد حمد عمّا لي مکانک، و أوصیک بأحسن الّذي أنت علیه من الصّلاۃ و الزّکاۃ، و قرابة المؤمنین، و إنّي قد سمّیت قومک بني عبد الله، فمرھم بالصّلاۃ و بأحسن العمل، و أبشر، و السّلام علیک و علی قومک المؤمنین۔[1]

ترجمہ:

''بے شک میرے پاس اقرع نامی قاصد تمہارا خط اور تمہاری اپنی قوم کے لئے سفارش لے کر آیا ہے اور بے شک میں نے تمہاری سفارش قبول کر لی ہے اور تمہارے قاصد اقرع کی تمہاری قوم میں تصدیق کر دی ہے۔ پس تجھے اس چیز کے بارے خوشخبری ہو جس کا تو نے مجھ سے سوال کیا، اس چیز کا واسطہ دے کر جس کو تو پسند کرتا ہے لیکن میں نے غور کیا کہ میں اس کو سکھاؤں اور تو مجھ سے ملاقات کرے۔ پس اگر تو ہمارے پاس آئے گا تو میں تیری عزت کروں گا اور اگر تو نہیں آئے گا پھر بھی میں تمہاری عزت کروں گا۔

''امابعد بے شک میں کسی سے ہدیہ طلب نہیں کرتا اور اگر تو تم ہدیہ پیش کرو گے تو میں تیرا ہدیہ قبول کروں گا اور میرے عمّال نے تمہارے مقام و مرتبہ کی تعریف کی ہے۔ اور میں تجھے نماز، زکوۃ اور قرابت مؤمنین کے جس مقام پر تو

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۷۵

۲۔ ابن حجر عسقلانی، الإصابة فی تمییز الصحابة، ۱: ۱۰۶

۳۔ بلاذری، فتوح البلدان: ۱۰۷

۴۔ یاقوت حموی، معجم البلدان، ۱: ۳۴۸

ہے اس سے بہتر کی وصیت کرتا ہوں۔ اور بے شک میں نے تمہارے قوم کا نام عبداللہ رکھا ہے۔ پس تو انہیں نماز اور اچھے اعمال کا حکم دے اور تجھے خوشخبری ہو اور تجھ پر اور تیری مومن قوم پر سلامتی ہو۔‘‘

(۷) حضور ﷺ کا نجاشی کے لیے نامۂ مبارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هذا كتاب من محمّد رسول الله إلى النجّاشي الأصحم عظيم الحبشة سلام علٰى من اتّبع الهدى، و آمن بالله و رسوله، و شهد أن لا إله إلّا الله وحده لا شريک له لم يتخذ صاحبة و لا ولدًا و أن محمّدًا عبده و رسوله، أدعوک بدعاية الله فإنّي أنا رسوله، فأسلم تسلم يا أهل الكتاب تعالوا إلى كلمة سواء بيننا و بينكم ألا نعبد إلا الله و لا نشرک به شيئًا و لا يتخذ بعضنا بعضا أربابًا من دون الله فإن تولّوا فقولوا اشهدوا بأنّا مسلمون فان أبيت فعليک إثم النصارى من قومک۔[۱]

ترجمہ:

’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خط محمد رسول اللہ کی طرف سے نجاشی اصحم حبشہ کے عظیم بادشاہ کے نام ہے۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی اتباع کی اور اللہ

(۱) ۱۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۲: ۷۸
۲۔ حاکم، المستدرك، ۲: ۶۲۳
۳۔ ابن اسحاق، السیرۃ النبویۃ، ۲۱۰
۴۔ ابن کثیر، البدایۃ و النہایۃ، ۳: ۸۳
۵۔ زيني دحلان، السیرۃ النبویۃ، ۳: ۶۹

تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لایا اور یہ گواہی دی کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو تنہا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ بے شک میں اس کا رسول ہوں۔ پس تم اسلام لاؤ سلامت رہوگے۔ اہل کتاب آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم نہ عبادت کریں مگر اللہ کی اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہی ہم سے بعض بعض کو رب مانیں اللہ کے مقابلہ میں۔ پس اگر تم پیٹھ پھیر لو اور یہ کہو کہ یہ گواہی دو کہ ہم مسلمان ہیں۔ پس اگر تو نے انکار کیا تو تجھ پر تیری قومِ نصاریٰ (کے ایمان نہ لانے) کا گناہ ہوگا۔‘‘

کامیاب دفاعی اور خارجہ پالیسی کے اَثرات وثمرات

(Effects of Successful Defence & Foreign Policy)

دعوت اسلام کے آغاز سے یہ حضور نبی اکرم ﷺ کی کامیاب دعوتی پالیسی کا اثر تھا کہ آنے والے ہر دن میں اسلام فروغ پذیر رہا اور باوجود بے شمار مشکلات، رکاوٹوں اور مخالفین کی سازشوں کے اسلام کا اثر و رسوخ کم ہونے کی بجائے بڑھتا چلا گیا۔ جب ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تو دعوت اسلام کے فروغ کے لئے اپنی دعوتی حکمت عملی کے ساتھ خارجہ حکمت عملی بھی آپ کا مرکز توجہ رہی۔ جس نے اسلام کے فروغ کی رفتار کو کئی گنا تیز کر دیا۔ یہ آپ ﷺ کی کامیاب دفاعی پالیسی ہی تھی ہجرت کے بعد آپ نے ایک غیر منظّم معاشرے پر مشتمل جس مختصر سی شہری ریاست کی بنیاد رکھی تھی۔ جب آپ ﷺ کے وصال کے وقت اس ریاست کا رقبہ ۳۰ لاکھ مربع کلو میٹر سے زیادہ تھا۔ یہ ساری توسیع محض آئینی اور سیاسی اقدامات کے نتیجے میں ہوئی اور آپ ﷺ نے جنگیں بھی تب ہی لڑیں جب وہ ناگزیر تھیں۔ اگر آپ ﷺ کی دفاعی حکمت عملی، آپ ﷺ کی زیر قیادت ہونے والی جنگوں، غزوات اور سرایا کا تجزیہ کیا جائے تو اس میں بھی کئی ایسے پہلو ہیں، جن کی نظیر تاریخ انسانی میں کہیں بھی نہیں

ملتی۔ ان جنگوں میں دشمن کے جتنے لوگ مرے ان کی اوسط تعداد مہینے میں دو سے زیادہ نہیں۔ دس سال کی مدت میں ان جنگوں میں کم و بیش دو سو چالیس افراد مارے گئے اور مسلمانوں کا سب زیادہ نقصان صرف جنگ احد میں ہوا جب کہ شہید ہونے والے افراد ۷۰ کے قریب تھے لیکن اتنی کثرت سے جانی نقصان بھی محض مسلمانوں کی اپنی غلطی اور حضور نبی اکرم ﷺ کی دی ہوئی دفاعی پالیسی پر عمل پیرا نہ ہونے سے ہوا۔ دشمنوں کے قتل ہونے کی مہینے میں اوسطاً دو سے بھی کم تعداد اس امر کی دلیل ہے کہ ریاست مدینہ میں آپ ﷺ کی دفاعی اور خارجہ پالیسی آپ ﷺ کی پیغمبرانہ بصیرت، تدبر اور معاملہ فہمی کی مظہر ہے جو نہ صرف اہل اسلام بلکہ عالم انسانیت کے لئے ہدایت کا وسیع سامان رکھتی ہے۔

۱۰۔ اَقلیتیں (Minorities)

اسلام سے پہلے اقلیتوں کے حقوق کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اقلیتوں کو معاشرے میں وہی مقام عطا کیا جو معاشرے کے بنیادی شہریوں کو حاصل ہے۔ آپ ﷺ نے اقلیتوں کی جان و مال، عزت و آبرو، ناموس حتی کہ ان کے مذہبی حقوق کے تحفظ کو آئین کا حصہ بنایا چونکہ اقلیتوں کا معاملہ، خصوصاً اسلامی ریاست کے تناظر میں اس دور کا ایک بہت ہی اہم سوال بن چکا ہے۔ لہٰذا ہم نہ صرف آئین مدینہ بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے دیگر فرامین کی روشنی میں بھی اس امر کی توضیح کرتے ہیں کہ اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو کون سے حقوق اور تحفظات حاصل ہیں۔

(ا) اَقلیتوں کے حقوق کے لیے فرامینِ نبوی

(Holy Prophet's Instructions for Minorities' Rights)

۱۔ قال ﷺ لأهل الذمة: ما أسلموا عليه من ذراريهم و أموالهم و

أراضيهم وعبيدهم ومواشيهم، وليس عليهم إلا الصدقة۔[۱]

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ذمی کے لئے وہ کچھ ہے جس کے لئے اس نے اطاعت کی۔ ذمی کی اولاد اموال، اراضی، غلام اور ان کے مواشی کا خیال رکھو۔ ان پر صدقہ کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

۲۔ قال ﷺ: المؤمنون تتكافأ دماؤهم، و يسعى بذمتهم أدناهم، لا يقتل مسلم بكافر، ولا ذو عهد في عهده۔[۲]

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مومنوں کے خون آپس میں برابر اور ان کے ذمہ کی ادائیگی کے لئے ان میں سے جو ادنی ہیں وہ بھی کوشش کریں۔ کسی کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہ کیا جائے اور کسی معاہد کو اس کی مدت معاہدہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔‘‘

۳۔ قال ﷺ: إذا ظلم أهل الذمة، كانت الدولة دولة العدو، و إذا كثر الزنا كثر السبا، و إذا كثر اللوطية رفع الله يده عن الخلق، ولا يبالي في أي واد هلكوا۔[۳]

’’جب ذمیوں پر ظلم کیا جائے تو (اسلامی) مملکت دشمن مملکت ہو گی اور جب زنا کثرت میں ہو جائے تو قیدی کثرت سے ہو جاتے ہیں اور جب لوطی کثرت

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۵۷
۲۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۴: ۱۳۲

(۲) ۱۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۸: ۲۹
۲۔ دارقطني، السنن، ۳: ۹۸
۳۔ أبو يعلىٰ، المسند ۸: ۱۹۷

(۳) ۱۔ طبراني، المعجم الكبر، ۲: ۱۸۴، رقم: ۱۷۵۲
۲۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۵: ۲۰۰

سے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ مخلوقات سے اپنا ہاتھ اٹھا لیتا ہے اور وہ پرواہ نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہو رہے ہیں۔‘‘

۴۔ **قال ﷺ: من قتل نفسا معاهدًا لم يرح رائحة الجنة، و أن ريحها ليوجد من مسيرة أربعين عاماً۔**(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے کسی معاہد (جس سے معاہدہ کیا ہوا ہو) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک محسوس ہوتی ہے۔‘‘

۵۔ **قال ﷺ: من قتل معاهدًا في غير كنهه، حرّم الله عليه الجنّة۔**(۲)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص معاہد کو بغیر کسی وجہ سے قتل کر دے اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام فرما دیتا ہے۔‘‘

۶۔ **قال ﷺ: منعني ربي أن أظلم معاهدًا ولا غيره۔**(۳)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے روکا ہے کہ میں معاہد اور اس کے علاوہ کسی پر ظلم کروں۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الديات، باب، إثم من قتل، ۶: ۲۵۳۳، رقم: ۶۵۱۶

۲۔ ترمذی، السنن، كتاب الديات، باب ما جاء فيمن يقتل نفسا معاهدتا، ۴: ۲۰، رقم: ۱۴۰۳

(۲) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الجهاد، باب في الوفاء، ۳: ۸۳، رقم: ۲۷۶۰

۲۔ نسائي، السنن الكبرى، ۴: ۲۲۱، رقم: ۶۹۴۹

۳۔ أحمدبن حنبل، المسند، ۵: ۳۸

۴۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۱۵۴

(۳) حاكم، المستدرك، ۲: ۶۷۸

۷۔ **قال ﷺ أنا أکرم من وفیَّ بذمته۔**(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اس معاہد کی عزت کرتا ہوں جو اپنے عہد کو وفا کرتا ہے۔‘‘

۸۔ **قال ﷺ: من کان بینه وبین قوم عهد، فلا یشد عقدة ولا یحلها، حتی ینقضي أمرها أو ینبذ إلیه علی سواء۔**(۲)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص اور قوم کے درمیان کوئی عہد ہو وہ نہ تو اسے مضبوط کرے اور نہ ہی پامال کرے یہاں تک کہ معاملہ پورا ہو جائے اور اس کا حق برابر اس کو ادا کر دیا جائے۔‘‘

۹۔ **قال ﷺ: لعلّکم تقاتلون قومًا فتظهرون علیهم، فیتّقونکم بأموالهم دون أنفسهم و أبنائهم قال سعید فی حدیثه فیصالحونکم علی صلح ثم اتفقا فلا تصیبوا منهم شیئًا فوق ذلک فإنه لا یصلح لکم۔**(۳)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: شاید تم کسی قوم سے جنگ کرو گے اور ان پر غالب آ جاؤ گے۔ پس وہ اپنے آپ کو اور اپنے بیٹوں کو تم سے بچائیں گے اپنے اموال کے ساتھ۔ پھر تم سے ایک چیز پر صلح کریں گے۔ یہاں دونوں راوی متفق ہیں پس تم اس سے زیادہ ان سے کوئی چیز نہ لینا کیونکہ یہ تمہارے

(۱) ۱۔ دارقطني، السنن، ۳: ۱۳۴

۲۔ بیهقي، السنن الکبری، ۸: ۳۰

(۲) أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۱۱

(۳) أبو داود، السنن، کتاب الخراج، باب فی تعشیر اهل الذمه، ۳: ۱۷۰، رقم ۳۰۵۱

لئے مناسب نہیں ہے۔‘‘

۱۰۔ **قال ﷺ: من قتل معاهدًا له ذمّة اللہ و ذمّة رسوله، فقد خفر ذمة اللہ، و لا یرح رائحة الجنة، و أن ریحها لیوجد من مسیرة سبعین عاما۔**(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو ایسے معاہد کو قتل کرے گا جو اللہ اور اس کے رسول (محمد ﷺ) کے عہد میں ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑ دیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آتی ہوگی۔‘‘

۱۱۔ **قال ﷺ: من قتل نفسًا معاهدة بغیر حلّها، حرّم اللہ علیه الجنة أن یشّم ریحها۔**(۲)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص معاہد کو اس کے حق کے بغیر قتل کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حتی کہ جنت کی خوشبو بھی حرام فرما دے گا۔‘‘

۱۲۔ **قال ﷺ: من أمن رجلاً علی دمه فقتله، فأنا بريء من القاتل، و إن کان المقتول کافرًا۔**(۳)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی شخص کو اپنے خون پر امین

(۱) حاکم، المستدرك، ۲: ۱۳۸، رقم: ۲۵۸۱

(۲) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب القسامه، باب تعظیم قتل المعاہد، ۸: ۲۵، رقم: ۴۷۴۸

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۱: ۲۴۱، رقم: ۴۸۸۲

(۳) ۱۔ أحمد، المسند، ۵: ۲۲۴

۲۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۲۰: ۴۱

بنایا اور اس نے اس کو قتل کر دیا تو میں قاتل سے بری ہوں اگرچہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو۔''

۱۳۔ **قال ﷺ: حسن العهد من الإيمان۔**(۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عہد کی اچھی طرح نگہداشت ایمان میں سے ہے۔''

۱۴۔ **عن حذيفة بن اليمان قال: ما منعني أن أشهد بدرًا إلا أني خرجت أنا و أبي حسيل. قال: فأَخَذَنا كفّار قُريش، قالوا: إنّكم تريدون محمّدًا، فقلنا: ما نريده، ما نريد إلا المدينة، فأخذوا منّا عهد الله و ميثاقه، لننصرفنّ إلى المدينة ولا نقاتل معه، فأتينا رسول الله ﷺ فأخبرناه الخبر، فقال: انصرفا، نفي بعهدهم و نستعين الله عليهم۔**(۲)

''حضرت حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے کسی چیز نے غزوہ بدر میں حاضر ہونے سے نہ روکا مگر یہ کہ میں ابی حسیل کے ساتھ نکلا پس ہم کو کفار قریش نے آ لیا۔ انہوں نے کہا کیا تم محمد کو چاہتے ہو؟ ہم نے کہا ہم ان کو نہیں بلکہ مدینہ جانا چاہتے ہیں۔ پس انہوں نے ہم سے اللہ کا عہد اور میثاق لیا کہ ہم ضرور بضرور مدینہ کی طرف جائیں گے لیکن ہم ان (حضور) کی معیت میں (کفار کے خلاف) قتال نہیں کریں گے۔ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور

(۱) حاکم، المستدرک، ۱: ۶۲

(۲) ۱۔ احمدبن حنبل، مسند، ۵: ۳۹۵

۲۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۳: ۱۶۲

۳۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۴۲۷

آپ کو خبر دی تو انہوں نے فرمایا: تم دونوں واپس لوٹ جاؤ ہم ان کے عہد کے ساتھ وفا کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے ہم ان کے مقابلے میں مدد چاہیں گے۔‘‘

۱۵۔ قال ﷺ: خیار عباد اللہ الموفون المطیبون۔(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو وعدہ وفا کرتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں۔ پاک و صاف حق پورا کرنے والوں کو۔‘‘

۱۶۔ قال ﷺ: من أمن رجلاً علی دمه، فقتله وجبت له النار، و إن کان المقتول کافرًا۔(۲)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی کو امان دے اور پھر اسے قتل کر دے اس پر جہنم کی آگ واجب ہوگئی اگرچہ قتل ہونے والا کافر ہی کیوں نہ ہو۔‘‘

۱۷۔ قال ﷺ: من أمن رجلًا علی دمه فقتله، فإنه یحمل لواء غدر یوم القیامة۔(۳)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی کو امان دے کر قتل کرے تو قیامت کے دن غداری اور مکر کا جھنڈا اٹھائے گا۔‘‘

---

(۱) ۱۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۴۵
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۶۸

(۲) طبراني، المعجم الکبیر، ۲۰: ۴۱

(۳) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الدیات، باب من امن رجلا۲: ۸۹۶، رقم: ۲۶۸۸
۲۔نسائی، السنن، ۵: ۲۲۵رقم: ۸۷۳۹

۱۸۔ قال ﷺ: ما بال أقوام جاوز بهم القتل اليوم حتى قتلوا الذرية، ألا إن خياركم أبناء المشركين، ألا لا تقتلوا ذرية، ألا لا تقتلوا ذرية، كل نسمة تولد على الفطرة، فما نزال عليها حتى يعرب عنها لسانها، فأبواها يهوّدانها أو ينصرانها۔(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان اقوام کو کیا ہوگیا جن میں قتل حد سے تجاوز کر گیا یہاں تک کہ انہوں نے اولاد کو قتل کر ڈالا خبر دار! تم میں سے بہتر مشرکین کے بچے ہیں خبردار! اولاد کو قتل نہ کرو، خبردار! اولاد کو قتل نہ کرو ہر جان فطرت پر پیدا ہوتی ہے اور وہ اسی فطرت پر رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی زبان اس کے بارے میں بیان نہ کرے۔ پس اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی بناتے ہیں۔‘‘

۱۹۔ عن أبي عياض قال: قال عمر: لا تشتروا رقيق أهل الذمة فإنّهم أهل خراج، و أرضهم فلا تبتاعوها، ولا يقرن أحدكم بالصغار بعد إذ أنجاه الله منه۔(۲)

’’حضرت ابو عیاض سے روایت ہے کہ حضرت عمر ﷺ نے فرمایا: ذمیوں سے آٹا نہ خریدو کیونکہ وہ اہلِ خراج میں سے ہیں اور نہ ہی ان کی زمین کی خرید و فروخت کرو اور تم میں سے کوئی بھی کسی کو حقیر نہ جانے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس سے نجات دی ہے۔‘‘

۲۰۔ عن زياد بن حدير أن أباه كان يأخذ من نصراني العشر في كلّ سنة مرتين، فأتى عمر بن الخطاب، فقال: يا أمير المؤمنين إنّ

(۱) دارمي، السنن، ۲: ۲۹۴

(۲) بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۹: ۱۴۰

عاملک یأخذ مني العشر في کلّ سنة مرّتین، فقال عمر: لیس ذلک له، إنما له في کل سنة مرّة، ثم أتاه فقال: أنا الشیخ النصراني، فقال عمر: و أنا الشیخ الحنیف، قد کتبت لک في حاجتک۔(۱)

''زیاد بن حدیر سے مروی ہے کہ اس کا باپ نصرانی سے سال میں دو مرتبہ عشر وصول کرتا تھا۔ جب عمر رضی اللہ عنہ آئے تو اس نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کا عامل مجھ سے سال میں دو مرتبہ عشر وصول کرتا ہے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے لئے یہ جائز نہیں اسے چاہیے کہ وہ سال میں ایک دفعہ عشر لے پھر وہ آیا گیا تو اس نے کہا: میں بوڑھا نصرانی ہوں۔ آپ نے فرمایا میں شیخ حنیف (مسلمان) ہوں۔ میں نے آپ کی ضرورت لکھ دی ہے۔''

۲۱۔ **قال ﷺ: لیس علی العبد الآبق إذا سرق قطع، ولا علی الذمي۔**(۲)

''باغی غلام جب چوری کرے تو اس کے ہاتھ نہ کاٹیں جائیں اور نہ ہی ذمیوں کے۔''

۲۲۔ **قال ﷺ: من قذف ذمیًّا حدّ له یوم القیامة بسیاط من نار۔**(۳)

---

(۱) بیهقي، السنن الکبری، ۹: ۲۱۱

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرك، ۴: ۴۲۴

۲۔ دارقطني، السنن، ۳: ۸۶،

۳۔ ابن أبي شیبة، المصنف، ۵: ۴۷۹

(۳) ۱۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۲۲: ۵۷، رقم: ۱۳۵

۲۔ هیثمي، مجمع الزوائد، ۶: ۲۸۰

’’حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ذمی پر حد قذف لگائی قیامت کے دن کو آگ کے کوڑوں سے مارا جائے گا۔‘‘

۲۳۔ عن ابن عباس: أن النبي ﷺ كتب إلى حبر تيماء يسلم عليه۔(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے تیماء کے یہودی عالم کی طرف لکھا کہ وہ اسلام قبول کرے۔‘‘

۲۴۔ عن أبي موسى قال: كانت اليهود يتعاطسون عند النبى ﷺ رجاء أن يقول: يرحمكم الله، وكان يقول: يهديكم الله و يصلح بالكم۔(۲)

’’حضرت ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ یہودی حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس اس امید سے چھینکتے کہ آپ ان کے لئے فرمائیں: یرحمکم اللہ (اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے) لیکن آپ فرماتے: اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت درست فرمائے۔‘‘

۲۵۔قال ﷺ: إذا فتحت مصر فاستوصوا بالقبط خيرًا، فإن لهم ذمّة ورحمًا۔(۳)

---

(۱) ابن حبان، الصحيح، ۱۴: ۴۹۷

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الأدب عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء كيف تشميت العاطس، ۵: ۸۲، رقم: ۲۷۳۹
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۰۰
۳۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۲۹۸، رقم: ۷۶۹۲

(۳) ۱۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۶۰۳
۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۹: ۶۱
۳۔ أبو نعيم، دلائل النبوة، ۱: ۲۲۶

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب مصر فتح ہو جائے تو قبط کے بارے میں اچھی وصیت کرو کیونکہ ان کے لئے ذمہ بھی ہے اور رحم بھی۔ (کیونکہ حضرت ہاجرہ جو عربوں کی ماں ہے وہ قبطیہ تھیں۔)‘‘

۲۶۔ عن جابر: أن عمر قال: یا رسول اللہ! ائذن لي فأقتل ابن صیاد، قال: إن ین هو فلست صاحبه إنما صاحبه عیسی ابن مریم، و إن لم یکن هو فلیس لک أن تقتل رجلاً من أهل العهد۔[1]

’’حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اجازت دیں میں ابن صیاد کو قتل کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک وہ تمہارا صاحب نہیں ہے بلکہ وہ عیسیٰ ابن مریم کا صاحب ہے اگر وہ ایسا نہ ہوتو تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تو اہل عہد میں سے کسی کو قتل کرے۔‘‘

۲۷۔ قال ﷺ: دیة الذمي دیة المسلم۔[2]

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ذمی کی دیت مسلمان کی دیت ہے۔‘‘

۲۸۔ عن إبراهیم: أن رجلاً مسلماً قتل رجلاً من أهل الکتاب من أهل الحیرة فأقاد منه عمر۔[3]

’’ابراہیم سے روایت ہے کہ ایک مسلمان آدمی نے اہل حیرہ میں سے اہل کتاب کا کوئی آدمی قتل کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے قصاص لیا۔‘‘

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۰۳
۲۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۱۹: ۶۱
۳۔ أبونعیم، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۲۶
(۲) ۱۔ عبدالرزاق، المصنف، ۶: ۱۲۸
۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۱: ۲۴۱
(۳) عبدالرزاق، المصنف، ۱۰: ۱۰۱

۲۹۔عن أبي حنيفة عن الحكم بن عتيبة أن عليًّا قال: دية اليهودي والنصراني و كلّ ذميّ مثل دية المسلم قال أبو حنيفة: و هو قولي۔(۱)

''یہودی نصرانی اور ہر ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہے حضرت ابوحنیفہ نے فرمایا: یہ میرا قول ہے۔''

۳۰۔عن ابن جريج قال: أخبرنی عمرو بن شعيب أن رسول الله ﷺ فرض على كل مسلم قتل رجلاً من أهل الكتاب أربعة آلاف درهم، و أنه ينفى من أرضه إلى غيرها۔(۲)

''ابن جریج سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عمرو بن شعیب نے بتایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ہر مسلمان پر جس نے اہل کتاب میں سے کوئی آدمی قتل کیا ہو چار ہزار درہم فرض قرار دیئے اور یہ کہ اس کو اپنی زمین سے کسی دوسری زمین کی طرف جلاوطن کر دیا جائے۔''

۳۱۔عن معمر عن الزهري قال: دية اليهودي والنصرانی والمجوسي و كلّ ذمي دية المسلم، قال: و كذلک كانت على عهد رسول الله ﷺ و أبي بكر و عمر و عثمان، حتى كان معاوية فجعل في بيت المال نصفها، و أعطى أهل المقتول نصفها۔(۳)

(۱) ۱۔عبدالرزاق، المصنف، ۶: ۱۲۸
۲۔ دارقطني، السنن، ۳: ۱۴۹،
۳۔ طبري، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۵: ۲۱۳
(۲) عبدالرزاق، المصنف، ۱۰: ۹۲
(۳) عبدالرزاق، المصنف، ۱۰: ۹۶

’’زہری روایت کرتے ہیں۔ یہودی، نصرانی، مجوسی ہر ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ اس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر، عمر، عثمان کے زمانے میں تھا۔ یہاں تک کہ حضرت معاویہ نے بیت المال میں اس کا نصف مقرر کیا اور مقتول کے اہل کو اس کا نصف دیا۔‘‘

۳۲۔ قال ﷺ: لا تدخلوا بیوت أهل الذمة إلا باذن۔[۱]

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بغیر اجازت کے اہل الذمہ کے گھر میں مت داخل ہو۔‘‘

۳۳۔ قال ﷺ: إذا مرت علیكم جنازة مسلم أو یهودي أو نصراني فقوموا لها، فإنا لیس لها نقوم، إنما نقوم لمن معها من الملائكة۔[۲]

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تمہارے پاس سے کسی مسلمان، یہودی یا نصرانی کا جنازہ گزرے تو اس کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ہم اس کے لئے کھڑے نہیں ہوتے ہم تو اس کے ساتھ جو فرشتے ہیں ان کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔‘‘

۳۴۔ قال ﷺ: إن الرجل إذا أدّب الأمة فأحسن أدبّها ثم أعتقها فتزوّجها، كان له أجران اثنان، و إنّ الرّجل من أهل الكتاب إذا آمن بكتابه ثم آمن بكتابنا فله أجران اثنان، و أن العبد إذا أدّى حقّ الله و حقّ سیده كان له أجران اثنان۔[۳]

(۱) طبرانی، المعجم الکبیر، ۶: ۱۶۰، رقم: ۵۸۵۰

(۲) أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۱۳

(۳) حمیدی، المسند، ۲: ۳۳۹

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص اپنی لونڈی کو اچھا ادب سکھائے پھر اسے آزاد کرکے اس سے نکاح کرلے اس کے لئے دو ثواب ہیں جو آدمی اہل کتاب میں سے ہے جب وہ اپنی کتاب پر ایمان لائے پھر ہماری کتاب پر ایمان لے آیا اس کے لئے دو ثواب ہیں اور جو غلام اللہ تعالیٰ اور اپنے آقا کا حکم مانے تو اس کے لئے بھی دو ثواب ہیں۔‘‘

(۲) دستورِ مدینہ اور اَقلیتوں کے حقوق کا تحفظ

(Minorities' Rights in Constitution of Madina)

(i) غیر مسلموں کے لیے زندگی کے تحفظ کا حق

(Right of Life for Minorities)

و أنه من تبعنا من يهود، فإن له النصر والأسوة غير مظلومين، ولا متناصر عليهم۔[1]

’’اور یہودیوں میں سے جو ہماری (ریاستِ مدینہ کی) اتباع کرے گا اسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی، بغیر اس پر کوئی ظلم روا رکھے ہوئے اور بغیر اس کے خلاف کسی کی مدد کیے ہوئے۔‘‘

(ii) آئینی اور قانونی مساوات کی ضمانت

(Guarantee of constitutional & legal equality)

و أن يهود الأوس مواليهم و أنفسهم على مثل ما لأهل هذه الصحيفة مع البرّ المحض من أهل هذه الصحيفة۔[2]

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۲۰

(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۵۸

’’اور (قبیلہ) اَوس کے یہودیوں کو...... موالی ہوں یا اَصل ...... وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اِس دستور والوں کو حاصل ہیں، اور وہ بھی اس دستور والوں کے ساتھ خالص وفا شعاری کا برتاؤ کریں گے۔‘‘

(iii) اَقلیتوں کے حقوق کی حفاظت

(Protection of the Rights of Minorities)

و أن یهود بنی عوف أمة مع المؤمنین، للیهود دینهم، و للمسلمین دینهم، موالیهم و أنفسهم إلا من ظلم و أثم، فإنه لا یوقع إلا نفسه و أهل بیته۔(۱)

’’اور بنو عوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں۔ یہودیوں کے لیے اُن کا دین ہے اور مسلمانوں کے لیے اپنا دین ہے خواہ اُن کے موالی ہوں یا وہ بذاتِ خود ہوں؛ ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا اِرتکاب کرے تو اُس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں مبتلا نہیں کیا جائے گا۔‘‘

و أن لیهود بنی النجار مثل ما لیهود بنی عوف۔(۲)

’’اور بنو نجار کے یہودیوں کو بھی بنو عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔‘‘

و أن لیهود بنی الحارث مثل ما لیهود بنی عوف۔(۳)

’’اور بنو حارث کے یہودیوں کو بھی بنی عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔‘‘

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۰
(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۱
(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۲

و أن لیھود بنی ساعدۃ مثل ما لیھود بنی عوف۔[1]

’’اور بنوساعدہ کے یہودیوں کو بھی بنوعوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔‘‘

و أن لیھود بنی جشم مثل ما لیھود بنی عوف۔[2]

’’اور بنوجشم کے یہودیوں کو بھی بنوعوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔‘‘

و أن لیھود بنی الأوس مثل ما لیھود بنی عوف۔[3]

’’اور بنواَوس کے یہودیوں کو بھی بنوعوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔‘‘

و أن لیھود بنی ثعلبۃ مثل ما لیھود بنی عوف، إلا من ظلم و أثم فإنہ لا یوقع إلا نفسہ و أھل بیتہ۔[4]

’’اور بنوثعلبہ کے یہودیوں کو بھی بنوعوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔ ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا اِرتکاب کرے تو خود اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔‘‘

و أن جفنۃ بطن من ثعلبۃ کأنفسھم۔[5]

’’اور (قبیلہ) جفنہ کو بھی ...... جو (قبیلہ) ثعلبہ کی ایک شاخ ہے ...... وہی حقوق

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل:۳۳
(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل:۳۴
(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل:۳۵
(۴) میثاق مدینہ، آرٹیکل:۳۶
(۵) میثاق مدینہ، آرٹیکل:۳۷

حاصل ہوں گے جو (قبیلہ) ثعلبہ کو حاصل ہیں۔‘‘

و أن لبنی الشطیبة مثل ما لیهود بنی عوف، و أن البر دون الإثم۔(۱)

’’اور بنو شطیبہ کو بھی بنو عوف کے یہودیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے، اور (اِس دستور سے) وفا شعاری ہو نہ کہ عہد شکنی۔‘‘

و أن موالی ثعلبة کأنفسهم۔(۲)

’’اور بنو ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنو ثعلبہ کو۔‘‘

و أن بطانة یهود کأنفسهم۔(۳)

’’اور یہودیوں کی ذیلی شاخوں کو بھی اَصل کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔‘‘

(iv) مذہبی آزادی کی ضمانت (Freedom of Religion & Culture)

و أن یهود بنی عوف أمة مع المؤمنین، للیهود دینهم، و للمسلمین دینهم، موالیهم و أنفسهم إلا من ظلم و أثم، فإنه لا یوقع إلا نفسه و أهل بیته۔(۴)

’’اور بنو عوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۸
(۲) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۹
(۳) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۴۰
(۴) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۳۰

ہیں۔ یہودیوں کے لیے اُن کا دین ہے اور مسلمانوں کے لیے اپنا دین ہے خواہ اُن کے موالی ہوں یا وہ بذاتِ خود ہوں؛ ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا اِرتکاب کرے تو اُس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں مبتلا نہیں کیا جائے گا۔‘‘

(v) اَقلیتوں کا دِفاعی کردار (Role of Minorities in State Defence)

و أن اليهود ينفقون مع المؤمنين ما داموا محاربين۔[۱]

’’اور یہودی اس وقت تک مؤمنین کے ساتھ (جنگی) اَخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک کہ وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔‘‘

۳۔ اَقلیتوں کے حقوق آئینی دستاویزات کی روشنی میں (Minorities' rights in constitutional documents of Seerah)

اقلیتوں کے حقوق اور تحفظ کے لئے قرآن و سنت میں وارد ہدایت اور دستور مدینہ میں طے کردہ اصولوں پر عمل مدینہ میں آپ کے دس سالہ دور اقتدار اور خلفائے راشدین کے زمانے میں کاملاً (in letter and spirit) جاری رہا، جس کے مظہر چند آئینی و قانونی نظائر یہاں پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ اہل ایلہ کے نام آپ کا مکتوب

۲۔ حضرت عمر کا فارس اور مدائن کے عیسائیوں کے لئے معاہدہ

۳۔ ابوموسیٰ اشعری کے نام حضرت عمر کا مکتوب

(۱) میثاق مدینہ، آرٹیکل: ۴۸

(i) اہلِ ایلہ کے نام آپ کا مکتوب

إلی مُرُیحَنَّة بن رُؤبَة وَ سَروات أهل أيلةَ: سلم أنتم، فإنی أحمد إليكم الله الذی لا إله إلا هو، فإنی لم أكن لأقاتلَكم حتی أكتبَ إليكم، فأسلِم أو أعطِ الجزيةَ، و أطع الله و رسوله، و رسل رسوله، و أكرمهم، و اكسهم كسوةً حسنةً غيره كسوة الغزآء، واكس زيداً كسوةً حسنةً، فمهما رضيَتْ رسلی رضيتُ، و قد عُلِمَ الُجزيةُ. فإن أردتم أن يأمنَ البرُّ و البحر فأطِعِ اللهَ و رسوله. و يُمنَع عنكم كل حق كان للعرب و العجم إلا حق الله و حق رسوله. و إنک إن رددتهم و لم تَرْضهم لا آخُذ منكم شيئاً حتی أقاتلكم فأسبی الصغير و أقتل الكبير، فإنی رسول الله بالحق أومن بالله و كتبه و رسله، و بالمسيح ابن مريم أنه كلمة الله، و إنی أومن به أنه رسول الله.

وائتِ قبل أن يمسّكم الشر، فإنی قد أوصيتُ رسلی بكم. و أعطِ حرملة ثلاثة أوسق شعير، و إن حرملة شفع لكم. و إنی لو لا الله و ذلک، لم أراسلكم شيئاً حتی تری الجيش. و إنكم إن أطعتم رسلی، فإن الله لكم جار و محمد و من يكون منه.

وإن رسلی شرحبيل و أُبَیٌّ و حرملةُ و حريثُ بن زيد الطائی. فإنهم مهما قاضوک عليه فقد رضيتُه، و إن لكم ذمةَ الله و ذمةَ محمد رسول الله.

والسلام عليكم ان أطعتم و جهزوا أهل مقنا إلى أرضهم۔[1]

ترجمہ:

’’مر یحنه بن رؤبه اور أهل أيله کے سرداروں کی طرف

’’سلامت رہو، پس بے شک میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر بھی شکر بجالاتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ بیشک میں ایسا نہیں ہوں کہ تمہارے ساتھ قتال کروں یہاں تک کہ میں تمہاری طرف لکھ نہ لوں، پس تم اسلام قبول کرلو یا جزیہ دو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے رسول ﷺ کے پیامبروں کی پیروی اور عزت کرو اور ان کو اچھا لباس پہناؤ نہ کہ لڑائی لڑنے والوں کا لباس اور زید کو اچھا لباس پہناؤ۔ پس جب تک میرے پیامبر راضی ہیں میں بھی راضی ہوں، اور تحقیق تمہیں جزیہ معلوم ہو چکا ہے پس اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے بر و بحر سلامت رہیں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت بجا لاؤ اور تم سے ہر عرب و عجم کا حق روکا جاتا ہے مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حق اور اگر تم نے میرے پیامبروں کو واپس لٹا دیا اور ان کو راضی نہ کیا تو میں تم سے اس وقت تک کوئی چیز نہیں لوں گا جب تک میں تمہارے چھوٹوں کو قیدی نہ بنالوں اور تمہارے بڑوں کو قتل نہ کرلوں۔ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا برحق رسول ہوں اللہ تعالیٰ اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں اور مسیح ابن مریم پر جو کہ کلمۃ اللہ ہیں اور میں ان پر یہ بھی ایمان رکھتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

’’پس جزیہ دو قبل اس کے کہ تمہیں شر پہنچے پس بے شک میں نے اپنے

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۲۷۷

۲۔ ابن عساکر، تاريخ دمشق الكبير، ۴: ۱۱۴

پیامبروں کو تمہارے لئے وصیت کی ہے اور حرملہ کو تین اوسق جو دو بے شک حرملہ تمہارے لئے شفاعت ہے اور بے شک میں اگر مجھے اللہ اور حرملہ کا لحاظ نہ ہوتا تو میں کبھی بھی تمہاری طرف خط نہ بھیجتا یہاں تک کہ تم جیش اسلامی کو دیکھ نہ لیتے اور اگر تم نے میرے پیامبروں کی اطاعت کی تو بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ اور میں محمد اور جو ہم میں سے ہے وہ تمہارا مددگار ہوگا اور بے شک میرے پیامبر شرجیل اور ابی اور حرملہ اور حریث بن زید طائی ہیں پس تمہارے لئے جو فیصلہ وہ کریں گے میں اس پر راضی ہوں اور بے شک تم پر اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کا ذمہ ہے۔ اور تم پر سلامتی ہو اگر تم اللہ اور اس کی اطاعت بجالاؤ اور اہلِ مقنا کو ان کی زمین پر سامان مہیا کرو۔‘‘

(ii) حضرت عمر کا فارس اور مدائن کے عیسائیوں کے لئے معاہدہ

و توفي أبو بكر، و ولي الأمر بعده عمر بن الخطاب، ففتح البلاد و قرّر الخراج على ما تحتمله أحوال الناس. و بقي ذلک التقرير إلى أيام معاوية بن أبي سفيان. و لقيه إيشوعيب الجاثليق، و خاطبه بسبب النصارى. فكتب له عهداً نسخته:

هذا كتاب من عبدالله عمر بن الخطاب أمير المؤمنين:

لأهل المدائن، و بهر سير، و الجاثليق بها، و قسانها، و شمامستها، جعله عهداً مرعياً، و سجلاً منشورًا، و سنة ماضية فيهم، و ذمةً محفوظةً لهم فمن كان عليها كان بالإسلام متمسكاً، و لما فيه أهلاً. و من ضيّعه و نكث العهد الذى فيه، و خالفه و تعدى ما أمر به، كان لعهد الله ناكثاً، و بذمته مستهيناً،

سلطاناً كان أو غيره من المسلمين.

أما بعد: فإني أعطيتكم عهد الله و ميثاقه، و ذمة أنبيائه و رسله، و أصفيائه و أوليائه من المسلمين، على أنفسكم و أموالكم و عيالاتكم و أرجلكم (كذا)، و أماني من كل أذًى. و الزمتُ نفسي أن أكون من ورائكم، ذابًّا عنكم كل عدو يريدني و إياكم، بنفسي و أتباعي و أعواني و الذابين عن بيضة الإسلام و أن أعزل عنكم كل أذى في المؤن التي يحملها أهل الجهاد من الغارة، فليس عليكم جبر و لا إكراه على شيء من ذلك. ولا يغير أسقف من أساقفتكم و لا رئيس من رؤسائكم، و لا يهدم بيتٌ من بيوت صلواتكم و لا بيعة من بيعكم، ولا يدخل شيء من بنائكم إلى بناء المساجد ولا منازل المسلمين، ولا يعرض لعابر سبيل منكم في أقطار الأرض، و لا تكلفوا الخروج مع المسلمين إلى عدوهم لملاقاة الحرب. ولا يجبر أحد ممن كان على ملة النصرانية على الإسلام، كرهاً لما أنزل الله إليه كتابه: "لا إكراه في الدين قد تبيّن الرشد من الغيّ"، ولا تجادلوا [أهل الكتاب] إلا بالتي هي أحسَن.

و تكف أيدي المكروه عنكم حيث كنتم، فمن خالف ذلك فقد نكث عهد الله و ميثاقه، و عهد محمد ﷺ و خالف ذمة الله و العهد الذي استوجبوا به حقن الدماء، و استحقوا أن يذب عنهم كل مكروه لأنهم نصحوا و أصلحوا و نصروا الإسلام

ولى شرط عليهم: ألايكون أحد منهم عينا لأحد من أهل الحرب على أحد من المسلمين فى سرٍ ولا علانية، ولا يؤوى فى منازلهم عدوَا للمسلمين، فيكون منه وجود فرصة أو غِرَّةُ و ثبة، ولا يرفدوا أحداً من أهل الحرب على المؤمنين و المسلمين بقوةِ عارية، لسلاح ولا خيل ولا رجال، ولا يدلوا أحداً من الأعداء ولا يكاتبوه و عليهم إن احتاج المسلمون إلى اختفاء أحد منهم عندهم و فى منازلهم، أن يخفوه ولا يظهروا العدوَّ عليه، و يرفدوهم و يواسوهم ما أقاموا عندهم. ولا يخدوا شيئًا مما شرط عليهم. فمن نكث منهم شيئًا من هذه الشروط و تعداها إلى غيرها، فقد برىء من ذمة الله و رسوله (عليه الصلاة والسلام). و عليهم تلك العهود والمواثيق التى أخذت على الأخبار و الرهبان و النصارى من أهل الكتاب، و أشد ما أخذ الله على أنبيائه من الأيمان بالوفاء أين كانوا و على الوفا، بما جعلتُ لهم على نفسي و على المسلمين رعايته لهم لمعرفتهم به و الانتهاء إليه، حتى تقوم الساعة و تنقضى الدنيا.

شهد على ذلك عثمان بن عفان، و المغيرة بن شعبة، فى سنة سبع عشرم للهجرة۔(۱)

ترجمہ:

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور ان کے بعد عنانِ حکومت حضرت عمر بن

(۱) حمیداللہ، الوثائق السیاسیۃ: ۱۶۳

الخطاب رضی اللہ عنہ نے سنبھالی آپ رضی اللہ عنہ نے بلاد کو فتح کیا اور لوگوں پر ان کے حسبِ حال خراج کا حکم دیا اور یہ خراج کا حکم حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت تک جاری رہا اور آپ رضی اللہ عنہ سے ایشوعیب جاثلیق ملا اور نصاری کے بارے آپ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک معاہدہ لکھا جس کا نسخہ یہ ہے:

''یہ خط ابوعبد اللہ عمر بن الخطاب امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی طرف سے اہل مدائن اور بہرسیر اور اس میں بسنے والے جاثلیق اور قسان اور شمامسہ کے لئے ہے۔

''آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا ایک ایسا معاہدہ بنایا جس کی رعایت کو ضروری قرار دیا اور ایک نشر کیا جانے والا رجسٹر اور ایک ایسا طریقہ اور سنت جو ان میں گزر چکی تھی اور ایک ایسا ذمہ جس کو ان کے لئے محفوظ کر دیا گیا تھا پس جو اس معاہدہ پر عمل پیرا ہوا وہ متمسک بالاسلام اور جو کچھ اس میں ہے اس کا اہل ٹھہرا اور جس نے اس کو ضائع کر دیا اور اس عہد کو جو اس میں ہے توڑ ڈالا اور اس کی مخالفت کی اور جس چیز کا اس کو حکم دیا گیا اس سے اس نے تجاوز کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمان کو توڑنے والا اور اس کے ذمہ سے مذاق اڑانے والا ٹھہرا چاہے وہ بادشاہ ہے یا مسلمانوں میں سے کوئی اور۔ اما بعد

''پس بے شک میں نے تمہیں اللہ کا عہد اور میثاق دیا ہے اور اس کے انبیاء اور رسولوں اور مسلمانوں سے اصفیاء اور اولیاء کا ذمہ دیا ہے۔

''تمہاری جانوں، تمہارے اموال، تمہارے خاندان اور تمہارے آدمیوں کے لئے اور تمہیں ہر اذیت سے امان دیا ہے اور یہ بات میں نے اپنے اوپر لازم کرلی ہے میں (تمہاری مدد کے لئے) تمہارے پیچھے رہوں اور تم سے ہر اس دشمن کو جو مجھے اور تمہیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے اپنی کوشش اپنے پیروکاروں اور مددگاروں سے دور ہٹاؤں اور یہ کہ میں تم کو ہر اس تکلیف سے دور رکھوں جو

اہل جہاد حملہ کرتے وقت اٹھاتے ہیں پس تم پر اس جہاد کے معاملہ میں کوئی جبرو اکراہ نہیں ہے۔

''اور تمہارے پادریوں میں سے کسی پادری کو تبدیل نہیں کیا جائے گا اور اسی طرح تمہارے رؤسا میں سے کسی رئیس کو بھی تبدیل نہیں کیا جائے گا اور تمہارے عبادت والے گھروں میں سے کسی گھر کو نہیں گرایا جائے گا اور نہ ہی تمہاری بیعتوں میں سے کسی بیعت کو توڑا جائے گا اور تمہارے بیٹوں میں سے کوئی بھی کسی مسجد کی عمارت یا مسلمانوں کے گھروں میں داخل نہیں ہو گا اور زمین پر آباد ملکوں میں تمہارے کسی راہگیر کے آڑے نہیں آیا جائے گا اور نہ تمہیں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی خاطر ان کے دشمنوں کی طرف جانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:

لا إكراه في الدين قد تبيّن الرّشد من الغيّ۔(۱)

''دین میں کوئی زبردستی نہیں، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ۔(۲)

''اور (اے مومنو!) اہلِ کتاب سے نہ جھگڑا کرو مگر ایسے طریقہ سے جو بہتر ہو۔''

''اور یہ کہ برائی والے ہاتھ تم جہاں کہیں بھی ہو رک جائیں پس جس نے اس

(۱) القرآن، البقرة، ۲:۲۵۶

(۲) القرآن، العنكبوت، ۲۹:۴۶

کی مخالفت کی تحقیق اس نے اللہ کا عہد اور میثاق اور حضور نبی اکرم ﷺ کا عہد توڑ ڈالا اور اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور اس عہد کی مخالفت کی جس کے ذریعے تم نے اپنے خونوں کو بہنے سے بچایا اور اس بات کے حق دار ٹھہرے کے تم سے ہر بری چیز کو دور کیا جائے کیونکہ اس طرح تم خیر خواہ ہوئے اور صلح کی اور اسلام کی مدد کی۔اور میری ان پر ایک شرط ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اہل حرب میں سے کسی کے لئے مسلمانوں میں سے کسی ایک پر جنگ کے لئے خفیہ یا اعلانیہ جاسوسی نہ کرے اور نہ ہی اپنے گھروں میں مسلمانوں کے دشمنوں کو پناہ دے کہ اس سے کسی کو کوئی فرصت ملے یا کسی پر حملے کا موقع ملے۔اور نہ ہی مؤمنوں اور مسلمانوں پر جنگ کرنے والوں میں سے کسی ایک کی عاریہ قوت کے ساتھ مدد کریں کسی اسلحہ کی صورت میں نہ کسی گھوڑے کی صورت میں اور نہ ہی آدمیوں اور نہ ہی دشمنوں میں سے کسی کی راہنمائی کریں اور نہ ہی اس کے ساتھ مکاتبہ (خط و کتابت) کریں اور ان پر یہ لازم ہے کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی ان کے ہاں یا ان کے گھروں میں چھپنا چاہے تو وہ اس کو چھپائیں اور دشمن کو اس پر مطلع نہ کریں۔اور جب تک وہ ان کے پاس رہے وہ اس کی مدد کریں اور اس کی دادرسی کریں۔

’’اور یہ کہ جو شرائط ان پر عائد کی گئی ہیں اس میں سے کسی شرط سے بھی پہلوتہی نہ کریں پس ان میں سے جس کسی نے بھی ان شرائط میں سے کسی شرط کو توڑا اور اس سے کسی اور شرط کی طرف تجاوز کیا پس وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمے سے بری ہے اور ان پر وہ عہود اور مواثیق لاگو ہوں گے جو اہل کتاب میں سے احبار، رھبان اور نصاریٰ پر لیے گئے اور شدید ترین چیز جس کا عہد اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء سے لیا وہ وفاء پر ایمان لانا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں۔

''اور مجھ پر اس چیز کے ساتھ وفاء کرنا لازم ہے جس کو میں نے ان کے لئے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے اور مسلمانوں پر ان کے لئے اس عہد کی پاسداری لازم ہے کیونکہ ان کی پہچان اس کے ساتھ ہے اور ان کی انتہاء اسی پر ہے یہاں تک کہ قیامت آجائے اور دنیا ختم ہوجائے۔

''اس پر عثمان بن عفان اور مغیرہ بن شعبہ نے گواہی دی۔ سن ۱۷ ہجری۔''

(iii) ابو موسیٰ اَشعری کے نام حضرت عمر کا مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

۱۔ من عبد اللہ عمر أمیر المؤمنین، إلی عبد اللہ بن قیس، (یعنی أبا موسی الأشعری) سلام علیک.

۲۔ أما بعد: فإن القضاء فریضۃ محکمۃٌ و سنۃ متبعۃ. فافھم إذا أدلی إلیک، فإنہ لا ینفع تکلم بحق لا نفاذ لہ.

۳۔ آسِ بین الناس فی مجلسک و وجھک، حتی لا یطمع شریف فی حیفک، ولا ییأس ضعیف من عدلک.

۴۔ البیّنۃ علی من ادَّعی، و الیمین علی من أنکر.

۵۔ و الصلح جائز بین الناس، إلا صلحاً أحل حراماً أو حرّم حلالا.

۶۔ ولا یمنعنک قضاءٌ قضیتہ بالأمس فراجعتَ فیہ نفسک و ھدیت لرشدک أن ترجع إلی الحقَّ فإن الحقّ لا یبطلہ شیء، و اعلم أن مراجعۃ الحق خیر من التمادی فی الباطل.

۷۔ الفھم الفھم فیما یتلجلج فی صدرک مما لیس فیہ قرآن

ولا سُنَّة. و اعرف الأشباه و الأمثال. ثم قس الأمور بعد ذلک، ثم اعمد أحبّها إلی اللہ و أشبهها بالحق فیما تری.

۸۔ اجعل لمن ادَّعی حقًّا غائبًا أمداً ینتهی إلیه. فإن أحضر بینةً أخذ بحقه، و إلا استحللتَ علیه القضاء.

۹۔ والمسلمون عدول فی الشهادةً إلا مجلودًا فی حدٍ، أو مجرَّبًا علیه شهادة زُور، أو ظنیناً فی ولاءٍ أو قرابةٍ. إن اللہ تولی منکم السرائر و درأ عنکم بالبینات.

۱۰۔ و إیّاک و القلق والضجر و التأذِي بالخصوم فی مواطن الحق التی یوجب اللہ به الأجر و یُحسن الذخر، فإنه من صلحت سریرته فیما بینه و بین اللہ، أصلح اللہ ما بینه و بین الناس و من تزین للدنیا بغیرما یعلم اللہ منه شانه اللہ فإن اللہ لا یقبل من عباده إلا ما کان خالصاً. فما ظنک بثواب عند اللہ فی عاجل رزقه و خزائن رحمته.

و السلام۔(۱)

ترجمہ:

”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ امیر المؤمنین عمر کی طرف سے حضرت عبد اللہ بن قیس (یعنی ابو موسیٰ اشعری) کی طرف۔ تم پر سلامتی ہو۔

۲۔ اس کے بعد: بے شک قضاء ایک مضبوط اور پختہ فریضہ اور اتباع شدہ

(۱) بیهقی، السنن الکبری، ۱۰: ۱۵۰

سنت ہے جب کوئی اپنا جھگڑا تیری طرف لے کر آئے تو اس کو اچھی طرح سمجھ پس بے شک ایسی حق کی بات جس کا نفاذ نہ ہو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

۳۔ اپنی مجلس اور چہرے کے تاثرات کے ساتھ لوگوں کی ڈھارس بڑھاؤ یہاں تک کہ کوئی دنیوی اعتبار سے بڑا آدمی تیری موت کی لالچ نہ کرے اور کوئی کمزور تیرے انصاف سے مایوس نہ ہو۔

۴۔ دلیل پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے اور قسم اٹھانا اس کے ذمہ ہے جو دعویٰ کا انکار کرے۔

۵۔ اور لوگوں کے درمیان صلح جائز ہے مگر وہ صلح جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دے وہ جائز نہیں۔

۶۔ اور تجھے کوئی قضاء (فیصلہ) جس کو تو نے گذشتہ کل کیا پھر تو نے اس میں نظر ثانی کی اور تو سابقہ فیصلہ کو درست نہ پائے تو تجھ پر لازم ہے کہ تو حق کی طرف رجوع کرے کیونکہ حق کو کوئی چیز باطل نہیں کرسکتی اور یہ جان کہ حق کی طرف رجوع کرنا باطل پر اصرار کرنے سے بہتر ہے۔

۷۔ جو چیز تیرے سینے میں کھٹکے اس میں سے جو قرآن وسنت میں سے نہیں ہے تو اس کو اچھی طرح سمجھ اور اشباہ اور امثال کو اچھی طرح سمجھ پھر اس کے بعد معاملات کو قیاس کر پھر وہ معاملات جو اللہ کے ہاں زیادہ پسندیدہ اور حق کے ساتھ زیادہ مشابہ ہیں ان پر اعتماد کر۔

۸۔ اور وہ شخص جو کسی غائب حق کا دعویٰ کرے اس کے لئے ایک مدت مقرر کر پھر اگر وہ گواہ پیش کرے تو اپنا حق لے لے وگرنہ تو اس پر قضاء جاری کر۔

۹۔ اور تمام مسلمان شہادت دینے کے لئے عدول ہیں مگر وہ جس پر حد جاری ہو چکی ہو، یا جس پر جھوٹی گواہی ثابت ہو چکی ہو یا اپنی قرابت اور دوستی میں تہمت شدہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے بھیدوں کو جانتا ہے اور تم سے دلیلوں کے ساتھ شبہات کو دور کرتا ہے۔

۱۰۔ وہ مواطن حق جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اجر اور نیکیوں کا ذخیرہ بڑھاتا ہے ان میں پریشانی، تکلیف اور جھگڑے سے بچ پس جس شخص کا خفیہ معاملہ اس چیز میں جو اس کے اور اللہ کے درمیان ہے بہتر ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس چیز کو جو اس کے اور اس کے بندوں کے درمیان ہے بہتر بنا دے گا اور جس شخص نے دنیا کے لئے زینت کو اختیار کیا بغیر اس کے جو اللہ اس سے چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو عیب لگائے گا۔ پس بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے صرف اس چیز کو پسند فرماتا ہے جس میں اخلاص ہو اور تو اللہ کے جلد رزق مہیا کرنے اور رحمت کے خزانوں کے بارے میں جانتا ہے۔

والسلام۔

۱۱۔ نظام کا تسلسل (Continuity of System)

کسی بھی اعلیٰ ترین نظام کو قائم کر لینا اتنی بڑی بات نہیں، اصل عظمت اس امر میں ہے اس نظام کے تسلسل کی ضمانت کیا ہے؟ اگر کوئی بہت ہی مثالی اور تاریخی اہمیت کا حامل نظام قائم ہو لیکن وہ تسلسل کے ساتھ آگے نہ چل سکے تو وہ ایک تاریخی واقعہ ہے، روایت نہیں۔ ریاست مدینہ کا قیام اور آئین مدینہ کا نفاذ و اجراء اس لحاظ سے بھی تاریخ انسانی میں نمایاں اور امتیازی حیثیت کا حامل ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات، اپنے عمل

وسنت سے آئین کی تشکیل اور قیام ریاست کے لئے ایسی بنیادیں فراہم کیں جن میں نہ صرف اس نظام کے قیام بلکہ آنے والے زمانوں میں اس نظام کے مسلسل جاری رہنے کی ضمانت موجود تھی۔ آپ ﷺ نے اکثر اوقات اپنے خطبات، ہدایات اور تعلیمات کے ذریعے صحابہ کرام کی ایسی تربیت فرمائی کہ آپ ﷺ کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد وہ اس نظام کے تسلسل اور جاری رہنے کے علم بردار بن گئے۔ تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد خلافت راشدہ کے زمانے میں خلفاء راشدین کے اقدامات سے حضور نبی اکرم ﷺ کی قائم کردہ ریاست کی بنیادیں مستحکم ہوئیں اور وہ ریاست آنے والی مسلم تہذیب کے لئے بھی ایک مثالی نمونہ قرار پائی۔ تاریخ انسانیت میں یہ دور ہر حوالے سے ایک رہنما دور قرار پایا۔ اب ذیل میں ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے کچھ ایسے فرامین دے رہے ہیں جن میں حضور ﷺ کے قائم کردہ نظام کے تسلسل کی ضمانت موجود ہے:

(۱) اللہ کے حقوق کی تلقین (Divine Rights must be Observed)

اَلاَ! فَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ، وَ صَلُّوْا خَمْسَكُمْ، وَ صُوْمُوْا شَهْرَكُمْ، وَ اَدُّوْا زَكٰوةَ اَمْوَالِكُمْ طَيِّبَةً بِهَا اَنْفُسُكُمْ، وَ تَحُجُّوْا بَيْتَ رَبِّكُمْ، وَ اَطِيْعُوْا وَلَاةَ اَمْرِكُمْ، تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ۔ (۱)

’’لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ وقت کی نماز ادا کرو، مہینے بھر کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ دیتے رہو، اپنے خدا کے گھر کا حج کرو اور اپنے اہل اَمر کی اطاعت کرو تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔‘‘

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، کتاب الجمعه، باب عنه، ۲: ۵۱۶، رقم: ۶۱۶

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۳۱۶، رقم ۷۹۷

(۲) قانون کی حکمرانی کی تلقین (Rule of Law in Future)

وَ اِنَّ الشَّیْطَانَ قَدْ یَئِسَ مِنْ اَنْ یُّعْبَدَ فِی أَرْضِکُمْ هٰذِهٖ اَبَدًا، وَلٰکِنْ سَتَکُوْنُ لَهٗ طَاعَةٌ فِیْمَا تُحَقِّرُوْنَ مِنْ أَعْمَالِکُمْ، فَسَیَرْضٰی بِهٖ فَاحْذَرُوْهُ عَلٰی دِیْنِکُمْ۔(۱)

’’شیطان کو اب اس بات کی کوئی توقع نہیں رہ گئی ہے کہ اب اس کی اس شہر میں عبادت کی جائے گی لیکن اس بات کا امکان ہے کہ ایسے معاملات میں جنہیں تم کم اہمیت دیتے ہو اس کی بات مان لی جائے اور وہ اس پر راضی ہے۔ اس لئے تم اس سے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرنا۔‘‘

(۳) نظامِ اِسلام کا فروغ اِجتماعی ذِمّہ داری ہے

(Continuity of system is collective responsibility)

اَلاَ! فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰی مِنْ سَامِعٍ۔(۲)

’’سنو! جو لوگ یہاں موجود ہیں انہیں چاہیے کہ یہ احکام اور یہ باتیں ان لوگوں کو بتا دیں جو یہاں نہیں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی غیر موجود تم سے زیادہ سمجھنے اور محفوظ رکھنے والا ہو۔‘‘

(۴) حضور نبی اکرم ﷺ نے نظام کے نفاذ کا حق ادا کر دیا

(Holy Prophet enforced the system in ideal form)

وَ اَنْتُمْ تُسْأَلُوْنَ عَنِّیْ، فَمَا ذَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ؟ قَالُوْا: نَشْهَدُ أَنَّکَ قَدْ

(۱) طبری، تاریخ الأمم والملوک، ۲: ۲۰۵

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الحج، باب الخطبة أیام منی، ۲: ۶۲۰، رقم: ۱۶۵۴

بَلَّغتَ وَ أَدَّيتَ وَ نَصَحتَ۔[1]

''اور لوگو! تم سے میرے بارے میں (خدا کے ہاں) سوال کیا جائے گا۔ بتاؤ تم کیا جواب دو گے؟ لوگوں نے جواب دیا: ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ آپ نے امانتِ (دین) پہنچا دی اور آپ نے حقِ رِسالت ادا فرما دیا اور ہماری خیر خواہی فرمائی۔''[2]

فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَآءِ وَ يَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔[3]

''یہ سن کر حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی انگشتِ شہادت آسمان کی جانب اٹھائی اور لوگوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ دعا فرمائی: ''خدایا گواہ رہنا! خدایا گواہ رہنا! خدایا گواہ رہنا۔''

۱۲۔ آئینِ مدینہ اور دساتیرِ عالم کے ارتقاء کا تقابلی جائزہ

(Comparative Analysis of Development of Constitution of Madina & World Constitutions)

تاہم افسوسناک امر یہ ہے کہ دنیا کے سیاسی اور آئینی ارتقا کے سارے سفر میں مغربی مصنفین کو اسلام اور سیرت محمدی ﷺ کا کوئی کردار نظر نہیں آتا حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ یورپ نے اپنا موجودہ آئینی و سیاسی سفر صدیوں میں طے کیا۔ اگر ہم دورِ جدید کے آئینی اور قانونی تصورات کا بنظرِ غائر جائزہ لیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلام کے

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الحج، باب حجة النبي ۲: ۸۹۰، رقم: ۱۲۱۸

(۲) خطبه حجة الوداع

(۳) مسلم، الصحيح، كتاب الحج، باب حجة النبي، ۲: ۸۹۰، رقم: ۱۲۱۸

عطا کردہ تصورات نہ صرف مغربی آئینی و دستوری اور سیاسی تصورات سے زیادہ جامع اور ہمہ گیر ہیں بلکہ ان کے اثرات بھی مغربی تصورات پر واضح ہیں۔ اس ذیل میں ہم درج ذیل بنیادی تصورات کا جائزہ لیتے ہیں:

۱۔ دستور (Constitution)

۲۔ حاکمیت اعلیٰ (Sovereignty)

۳۔ قانون سازی (Legislation)

۴۔ حکومت بطور معاہدہ عمرانی (Government as Social Contract)

۵۔ تصور حکومت بطور امانت (Government as Trust)

(۱) دستور (Constitution)

آئین سے مراد ایک ایسی منظّم تحریری دستاویز ہے جس میں وہ تمام قواعد وضوابط بیان کیے جاتے ہیں جن کے تحت کسی تنظیم یا ریاست کو چلایا جاتا ہے۔ مغربی قانون میں لفظ constitution لاطینی لفظ *constitutio* سے نکلا ہے،(۱) جس سے مراد کوئی خاص قانون ہوتا تھا جو بادشاہ یا پوپ کی طرف سے جاری کیا جاتا تھا۔ دستور کا تصور ارسطو (Aristotle) کی تصانیف Politics، *Constitution of Athens* اور *Nicomachean Ethics* میں بھی ملتا ہے۔(۲) اُس کے نزدیک بہترین دستور اس نظام پر مبنی ہوتا ہے جس میں شہنشائیت، اَشرافیہ اور جمہوری عناصر شامل ہیں، تاہم وہ غیر شہریوں اور غلاموں کے لیے دستور میں کوئی کردار متعین نہیں کرتا۔

(1) i. *Merriam Webster's Dictionary of Law*, 1996.
ii. *The American Heritage, Stedman's Medical Dictionary*, 1995.

(2) i. Aristotle, *The Politics and the Constitution of Athens*, pp. xv,xvii.
ii. Aristotle, *Nicomachean Ethics*, p. 151.

جدید مغربی قانون میں آئین کی تعریف یوں کی گئی ہے:

A Constitution may be said to be a collection of principles according to which the powers of the government, the rights of the governed and the relations between the two are adjusted.(1)

”آئین سے مراد اصولوں کا ایسا مجموعہ ہے جس کے مطابق حکومت کے اختیارات عوام کے حقوق اور ان دونوں کے مابین تعلق اور ضابطہ کار کا تعین کیا جاتا ہے۔“

مزید یہ کہ:

The Constitution may be a deliberate creation on paper, it may be found in one document which itself is altered or amended as time and growth demand, or it may be a bundle of separate laws given special authority as the laws of the constitution.(2)

”آئین کاغذ پر واضح تحریر بھی ہوسکتا ہے اور یہ ایک دستاویز کی شکل میں بھی ہوسکتا ہے جس میں ترمیم بھی کی جاسکتی ہے اور جسے وقت کے ساتھ تبدیلیوں کے مطابق بدلا بھی جاسکتا ہے۔ یہ ایک الگ قوانین کا مجموعہ بھی ہوسکتا ہے جس میں خصوصی اختیارات بطور آئین کے موجود ہوں۔“

It may be that the bases of the constitution are fixed in one or two fundamental laws while the rest of it depends for its authority upon the force of customs.(3)

”یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آئین کی بنیادیں ایک یا دو قوانین پر استوار کی گئی ہوں

(1) Strong, C. F., *Modern Political Constitutions*, p. 10.
(2) Strong, C. F., *Modern Political Constitutions*, p. 10.
(3) Strong, C. F., *Modern Political Constitutions*, p. 10.

اور اس کا بقیہ حصہ اس اتھارٹی پر مبنی ہو جو رسوم و رواج سے پیدا ہوتی ہے۔“

ریاست اور آئین کا تعلق بہت گہرا ہے:

A state said to have a constitution when its organs and their funtions are definitly arranged and are not subject to the whim of some despot.(1)

”کسی بھی ریاست کو ہم آئینی ریاست کہہ سکتے ہیں جب اس کے مختلف ادارے اور حصے اور ان اداروں کا وظیفہ کار واضح طور پر متعین کیا گیا ہو اور وہ قواعد و ضوابط کا پابند ہو اور وہ کسی ایک آمر کی خواہشات کے تابع نہ ہو۔“

آئین کا مقصود ریاست میں نظم وضبط پیدا کرنا ہے:

The basic pur pose of a political Constitution is the same wherever it appears: to secure social peace and progress, safeguard individual rights and promote national well-being. (2)

”کسی بھی سیاسی آئین کا، یہ جہاں بھی نافذ ہو، بنیادی مقصد ایک ہی ہے: سماجی عمل اور ترقی کی حفاظت کرنا، انفرادی حقوق کی حفاظت کرنا اور قومی مفادات کو فروغ دینا۔“

مغربی مفکرین کے ان افکار و آراء سے یہ امر واضح ہے کہ ان تمام امور کا زیادہ شرح و بسط کے ساتھ ذکر ریاست مدینہ کے دستور میں کر دیا گیا، جس کے لئے ہماری تصنیف ”میثاقِ مدینہ کا آئینی تجزیہ“ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(۲) حاکمیتِ اَعلیٰ (Sovereignty)

اسلام کا حاکمیتِ اعلیٰ کا تصور اپنی نوعیت میں روحانی اور مابعدالطبیعاتی ہے، جبکہ

(1) Strong, C. F., *Modern Political Constitutions*, p. 10.
(2) Strong, C. F., *Modern Political Constitutions*, p. 47.

مغرب کا تصور نہ صرف محدود معنوی اطلاقات کا حامل ہے بلکہ یہ بتدریج معرضِ ارتقاء میں رہا:

> The term sovereignty means above or superior to all others, the greatest & supreme in power, rank or authority.(1)

”خودمختاری اور اقتدارِ اعلیٰ کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام دوسرے اداروں سے اوپر اور اعلیٰ ہو اور اختیار، رتبے اور طاقت میں سب سے عظیم اور سب سے بالاتر۔“

بودن (Bodin 1530-1596) کے مطابق:

> The chief mark of the sovereign is his right to impose law as all subjects regardless of their consent.(2)

”مقتدر اعلیٰ کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ اس کے پاس رعایا پر ان کی مرضی کے سوا بھی قانون نافذ کرنے کا اختیار ہو۔“

مزید یہ کہ:

> Sovereignty is the most absolute & perpetual power over citizens and subjects in a state and itself and was not subject to the law but above all laws. ...... He who received orders or laws from others was not sovereign, for sovereignty was indivisible by its nature.(3)

”اقتدارِ اعلیٰ شہریوں اور رعایا پر ریاست کے اندر سب سے مطلق اور ابدی اختیار

(1) *Webester's New Dictionary of the AmericanLanguage*, p. 1395.
(2) Bernard Crick, *"Sovereignty" Int'l Encyclopedia of Social Sciences*, vol. 5, p. 79.
(3) Mattern, Johannes, *Concepts of State, Sovereignty & Int'l Law*, p. 2.

ہوتا ہے اور یہ خود کسی بھی قانون یا کسی شخص کے ماتحت نہیں ہوتا بلکہ تمام قوانین سے بالاتر ہوتا ہے۔ ...... وہ جو دوسروں سے احکامات اور قوانین لے مقتدرِ اعلیٰ نہیں ہوسکتا کیونکہ اقتدارِ اعلیٰ اپنی فطرت میں ناقابلِ تقسیم ہے۔‘‘

جان آسٹن (John Austin 1790-1859) کے مطابق:

The person or persons to whom the bulk of a given society is in habit of obedience but who himself renders no such obedience to anyone. (1)

’’جان آسٹن کے مطابق مقتدرِ اعلیٰ سے مراد وہ شخص یا اشخاص ہیں، معاشرہ جن کی من حیث الکل اطاعت کرے لیکن وہ کسی دوسرے کی اطاعت نہ کریں۔‘‘

وہ مزید کہتا ہے:

Species of command & a legal system to him was a collection of those laws emenating from the same sovereign. (2)

’’آسٹن کے مطابق قانون سے مراد احکامات کا وہ مجموعہ یا وہ قانونی نظام ہے جو کسی مقتدرِ اعلیٰ طاقت کی طرف سے جاری و نافذ کیا جائے۔‘‘

اس کے مطابق معاشرہ خود مختار نہیں ہوسکتا بلکہ:

He thought that a portion of it (society) was always sovereign and a portion of it was subject.(3)

’’آسٹن کے مطابق معاشرے کا ایک حصہ مقتدرِ اعلیٰ اور معاشرے کا ایک حصہ

(1) H.L.A. Hart, *"Austin, John" "Int'l Encyclopedia of the Social Sciences*, vol. I, p. 471.

(2) H.L.A. Hart, *"Austin, John" "Int'l Encyclopedia of the Social Sciences*, vol. I, p. 471.

(3) Mattern, Johannes, *Concepts of State, Sovereignty & Int'l Law*, p. 49.

ہمیشہ رعایا ہوتا ہے۔‘‘

آسٹن کے تصور حاکمیت اعلیٰ پر تنقید کی گئی کیونکہ اس سے آمریت کے فروغ کو راہ ملی مزید یہ کہ اس کا اطلاق ان ممالک کی مجالس قانون ساز پر بھی نہیں ہوتا جن پر ان کے آئین نے قیود و حدود عائد کر رکھی ہیں۔[1]

مغربی تصورِ حاکمیتِ اعلیٰ اپنی انہی خامیوں کی وجہ سے محل نظر رہا ہے۔ دور جدید کے مغربی ماہرین قانون نے یورپ کے مطلق العنان حاکمیت اعلی کے نظریات (absolute theories of sovereignty) کو ہدف تنقید بنایا ہے اور سیاسی حکمرانوں (political sovereigns) کی حاکمیت کی وحدت (unity)، ہمہ گیری (inclusive ness) اور جامع بالاتری (thoroughgoing supremacy) کا انکار کیا ہے۔ ان کے مطابق مطلق العنان اقتدار اعلیٰ کوئی شے نہیں کیونکہ یہ اپنے ماحولیاتی حالات کے تحت ہمیشہ محدود ہوتا ہے۔ اقتدار اعلیٰ کے روبہ عمل ہونے پر سماجی، اقتصادی اور بین الاقوامی حالات کا لازماً اثر ہوتا ہے۔ لہٰذا حقیقی اقتدار اعلیٰ کا انتساب ذات خداوند سے ہی کیا جائے گا۔ لاسکی (Harold J. Laski 1893-1950) کے مطابق:

The authoritarian tradition is far from dead.[2]

’’(ذات خداوند کی) مطلق العنان روایت کا زمانہ ختم نہیں ہوسکتا۔‘‘

جبکہ اسلام کا عطا کردہ تصور حاکمیت اعلیٰ روز اول سے مسلم حکمرانوں کے لئے احساس ذمہ داری و جوابدہی اور امین ہونے کی حیثیت کا باعث رہا ہے۔ پہلے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ خلافت اس کی عملی نظیر ہے۔

(۳) قانون سازی (Legislation)

اسلام اور مغرب کی سیاسی فکر نہ صرف حاکمیت اعلی اور آئین کے باب میں

(1) Bernard Crick, "*Sovereignty*" *Int'l Encyclopedia of Social Sciences*, vol. 5, pp. 80, 81.
(2) Harold J. Laski, *Authority in the Modern State*, p. 167.

مختلف ہے بلکہ اس کا اثر براہ راست قانون سازی پر بھی ہے:

...... whereas Western thought regards legislation as the highest activity of the state, Islamic political philosophy admitted legislation only as a part of the judicial procedure.(1)

’’مغربی سیاسی فکر کے مطابق قانون سازی ریاست کی اعلیٰ ترین سرگرمی ہے جبکہ اسلامی سیاسی فلسفے کے مطابق قانون سازی عدالتی طریقہ کار کا ایک حصہ ہے۔‘‘

اس کے برعکس اسلام میں قانون سازی کا منبع الوہی رہنمائی ہے:

Laws are divinely made. The ordinances may vary in scope but not in stringency. Every order issuing from Him carries the same force. The only indifferent areas are those where lack of information bars man from the knowledge of Allah's detailed regulations, and by various methods the community makes efforts to supply the unkonwn instructions. Law is intended as the complement of faith regulating man's actions inasmuch as faith regulates his beliefs.(2)

’’تمام قوانین اللہ کی طرف سے بنائے گئے ہیں یہ اپنے دائرہ کار میں تو مختلف ہو سکتے ہیں لیکن نفاذ کے مزاج میں اللہ کی طرف سے آنے والا ہر حکم ایک ہی طرح کی قوت اور طاقت کا حامل ہے۔ صرف وہ دائرہ کار اس سے الگ رہ جاتے ہیں جہاں انسانی علم کا محدود ہونا اللہ کے دیئے جانے والوں ضابطوں کو سمجھنے سے قاصر ہو اور معاشرہ مختلف طریقوں کے ذریعے سے اللہ کی ہدایات کی پیروی کرتا ہے۔ قانون انسانی زندگی کے اعمال کو منظّم کرنے کے لئے عقیدے ہی کا ایک جز ہے جس طرح عقیدہ اور ایمان

(1) Grunebaum, *Medieval Islam*, p. 210.
(2) Grunebaum, *Medieval Islam*, pp. 142, 144.

انسان کے اعمال کو منظّم کرتا ہے۔‘‘

اور یہ اعلیٰ انسانی مقصد سے عبارت ہے:

Islam is in essence an equilibrium and union, it does not primarily sublimate the will by sacrifice, but neutralizes it by the law.[(1)]

’’اسلام اپنے مزاج کے لحاظ سے اعتدال و توازن اور اجتہاد کا نام ہے۔ یہ انسانی ارادہ کو قربان کر کے ختم نہیں کرتا بلکہ قانون کے ذریعے معتدل کرتا ہے۔‘‘

اسلام کا نظامِ قانون نہ صرف ریاستی نظم و ضبط کو یقینی بناتا ہے بلکہ قوم کی انفرادی اور اجتماعی تربیت بھی کرتا ہے۔ ہیملٹن گب (Hamilton A. R. Gibb) کے الفاظ میں:

But apart altogether from its intellectual pre-eminence and scholastic function, Islamic Law was the most far-reaching and effective agent in moulding the social order and the community life of the Muslim peoples. By its very comprehensiveness it exerted a steady pressure upon all private and social activities, setting a standard to which they conformed more and more closely as time went on, in spite of the resistance of ancient habits and time-honoured customs, especially amongst the more independent nomadic and mountain tribes. Moreover, Islamic Law gave practical expression to the characteristic Muslim quest for unity. In all essentials it was uniform, although the various schools differed in points of detail. To its operation was due the striking, convergence of social ideals and ways of life throughout the medieval Muslim world. It went far

(1) Prith Joseph Schacht, Understanding Islam, p. 29.

deeper than Roman law; by reason of its religious bases and its theocratic sanctions it was the spiritual regulator, the conscience, of the Muslim community in all its parts and activities.

This function of law acquired still greater significance as political life in the Muslim world swung ever further away from the theocratic ideal of Mohammed and his successors. The decline of the Abbasid Caliphate in the tenth and eleventh centuries opened the door to political disintegration, the usurpation of royal authority by local princes and military governors, the rise and fall of ephemeral dynasties, and repeated outbreaks of civil war. But however seriously the political and military strength of the vast Empire might be weakened, the moral authority of the Law was but the more enhanced and held the social fabric of Islam compact and secure through all the fluctuations of political fortune. (1)

’’اپنے غیر معمولی علمی نمایاں پن اور دانش ورانہ کردار سے قطع نظر اسلامی قانون، سماجی نظام اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کی تشکیل کرنے والا دور رس اور مؤثر عنصر تھا۔ اپنی جامعیت کے ذریعے اس نے تمام نجی اور سماجی سرگرمیوں پر اثر ڈالا اور ایسے معیارات قائم کئے کہ وقت گزرنے کے ساتھ قدیم عادات اور پرانے رواجوں کے باوجود لوگ خصوصًا زیادہ آزاد بدوٗ اور پہاڑی قبیلوں کے لوگ ان سے مطابقت اختیار کرتے گئے۔ مزید برآں یہ کہ اسلامی قانون نے اسلام کی وحدت کو عملی شکل دے دی۔ تمام بنیادی تقاضوں کے ساتھ یہ ایک منظّم مربوط نظام قانون تھا اگرچہ کچھ مکاتب فکر نے تفصیلات میں ایک دوسرے سے اختلاف

(1) Hamilton A. R. Gibb, Mohammedanism: An Historical Survey, p. 7.

کیا۔ قرون وسطی کی تمام مسلم دنیا کی زندگی کے سماجی معیارات اس نظام قانون پر مرتکز رہے۔

’’اپنی مذہبی بنیادوں اور پابندیوں کے دلائل کے ساتھ رومی قانون کی نسبت زیادہ گہرے اثرات کا حامل تھا۔ اسلامی قانون مسلم معاشرے کے تمام حصوں اور سرگرمیوں کا روحانی ناظم اور شعور تھا۔ جیسے جیسے ان کی سیاسی زندگی حضرت محمد ﷺ اور آپ کے جانشینوں کے دینی معیارات سے دور ہوتی چلی گئی مسلمانوں کی زندگی میں قانون کا عمل دخل زیادہ اہمیت کا داخل کرلیا گیا۔ دسویں اور گیارھویں صدی میں خلافت عباسیہ کے بعد سیاسی انتشار کا دروازہ کھل گیا مثلاً مقامی شہزادوں اور عسکری گورنروں کا سرکاری و شاہی حیثیت کو غلط طور پر استعمال کرنا، چھوٹی چھوٹی مملکتوں کا ظہور اور خاتمہ اور مسلسل پھوٹ پڑنے والی عام جنگیں۔ گو اس وسیع سلطنت کی سیاسی اور عسکری طاقت بڑی حد تک کمزور ہو رہی تھی لیکن قانون کی اخلاقی طاقت اب بھی نہ صرف مؤثر تھی بلکہ وہ مزید بڑھتی گئی جس نے اسلام کے سماجی ڈھانچے کو ان تمام سیاسی اتار چڑھاؤ کے دوران باہم پیوستہ اور محفوظ رکھا۔‘‘

اسلام نے قانون سازی کے حکومتی اختیار کو جن بنیادوں پر محدود کیا مغربی مفکرین نے بہت بعد اس کا ادراک کیا:

> Rousseau did not give legislative power to the Govt. Thinking that it might be an effective method to prevent it from becoming master of the state by usurping that sovereignty or legislation power, which could belong only to the people. (1)

’’روسو نے حکومت کو قانون سازی کے اختیارات نہیں دیئے۔ یہ سوچتے ہوئے کہ

(1) Robert Derathe, *Rousseau, J.J., Int'l Encyclopaedia of the Social Sciences*, vol. 13, p. 568.

یہ اس کے لئے ایک بڑا موثر طریقہ ہوگا کہ حکومت کو ریاست میں اقتدارِ اعلیٰ یا مقنّنہ کی طاقت استعمال کرتے ہوئے ریاست کا آقا بننے سے روکا جائے، کیونکہ یہ صرف عوام کا حق ہے۔"

(۴) حکومت بطور معاہدۂ عمرانی

(Government as Social Contract)

آئین مدینہ سے یہ امر ظاہر ہے کہ اسلامی ریاست میں حکومت ایک باہمی معاہدہ عمرانی ہے۔ اس تصور کی طرف مغربی مفکرین صدیوں بعد آئے۔ ہابس (Thomas Hobbes 1588-1679) کے مطابق:

> The state of nature was a state of war. For purposes of security & greater protection, each individual agreed with other to give up parts of his individual & natural rights to a man or a group of men who would govern & protect them & there interests.(1)

"فطرت کی ابتدائی حالت جنگ کی حالت تھی لہٰذا تحفظ اور زیادہ محفوظ رہنے کے لئے ہر فرد اس بات پر متفق ہو گیا کہ وہ اپنے کچھ فطری حقوق دوسرے فرد یا دوسرے گروہ کے لئے چھوڑ دے جو ان پر حکومت کرے اور ان کی اور ان کے مفادات کی حفاظت کرے۔"

وہ مزید کہتا ہے:

> The ruler was not a part of the contract; the individuals merely surrendered themselves to the ruler.(2)

(1) Mattern, Johannes, *Concepts of State, Sovereignty & Int'l Law*, p. 14.

(2) Bernard Crick, *"Sovereignty" Int'l Encyclopedia of Social Sciences*, vol. 5, p. 79.

”حکمران اس معاہدے کا حصہ نہیں تھا بلکہ افرادِ معاشرہ نے ہی حکمران کے سامنے سرِتسلیم خم کیا۔“

جان لاک (John Locke 1632-1704) اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہتا ہے:

Individuals entered a contract in order to preserve their natural rights. A contract was between individuals & society, with individuals surrendering a part of their rights to society in order to secure and protect their rights.(1)

”اَفرادِ معاشرہ ایک معاہدے میں اس لئے داخل ہوئے کہ وہ اپنے فطری حقوق کی حفاظت کر سکیں۔ یہ معاہدہ افراد اور معاشرے کے درمیان تھا، جس میں افراد نے اپنے کچھ حقوق معاشرے کے لیے چھوڑ دیئے اور سرِتسلیم خم کیا تاکہ حکومت ان کے حقوق کی حفاظت کرے۔“

روسو (Jean Jacques Rousseau 1712-1778) کے مطابق:

Each individual surrendered his total rights to the whole community. This pact or contract established the absolute supremacy of the community over all of its individuals.(2)

”ہر فردِ معاشرہ نے تمام حقوق دوسرے تمام معاشرے کے لئے قربان کر دیئے۔ اس میثاق یا معاہدہ کے نتیجے میں تمام دوسرے افرادِ معاشرہ پر معاشرہ کی فوقیت اور اقتدارِ مطلق قائم ہوا۔“

(1) Mattern, Johannes, *Concepts of State, Sovereignty & Int'l Law*, p. 15.

(2) Robert Derathe, "*Rousseau, J.J., Int'l Encyclopaedia of the Social Sciences*,vol. 13, p. 567.

لیون ڈیوگٹ (Leon Duguit 1859-1928) کے مطابق:

Sovereignty is an essential attribute of the state was a myth to be discarded. He presented the idea of the "social group" instead of "Social Contract."(1)

''اِقتدارِ اعلیٰ کو ریاست کا لازمی جزو سمجھنا ایک واہمہ ہے جسے ترک کردینا چاہیئے۔ اس نے 'معاہدہ عمرانی' کی بجائے 'عمرانی گروہ' کا تصور پیش کیا۔''

جبکہ مسلم مفکرین نے بہت پہلے ان امور کو طے کیا۔ابن خلدون اور امام غزالی نے نہ صرف حکومت کو معاہدہ عمرانی قرار دیا بلکہ خلافت کی عدم مرکزیت کا تصور بھی دیا۔(۲) ابن تیمیہ نے 'السیاسۃ الشرعیۃ' میں حکمران کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت سے مشروط کرتے ہوئے ہی جائز قرار دیا اور اس کی مطلق اطاعت کی نفی کی۔(۳)

(۵) تصورِ حکومت بطور اَمانت (Government as Trust)

یہ اسلام کا تصور حکومت ہی تھا جس نے حکمرانوں کو حاکم کی بجائے خادم کے طور پر کام کرنے کا تصور دیا:

سيد القوم خادمهم۔(۴)

''قوم کا سربراہ اس کا خادم ہوتا ہے۔''

اور یہ کہ حکمرانوں کی اطاعت مشروط ہے۔ جب تک امیر اطاعت الٰہی کا منکر نہ

(1) Mattern, Johannes, *Concepts of State, Sovereignty & Int'l Law*, p. 49.
(2) Rosenthal, *Political Thought in Medieval Islam*, pp. 27-50.
(3) Rosenthal, *Political Thought in Medieval Islam*, pp. 51-62.

(۴) سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۱۷۵

ہو اس کی اطاعت بھی مسلمانوں پر ضروری ہے۔[1] مغرب میں اسلام کے سیاسی فلسفہ کے زیر اثر حکومت کے خادم اور امین ہونے کا تصور پروان چڑھا۔ جان لاک (John Locke 1632-1704) کی تصنیف *Civil Government* کے مطابق:

> 'Government was created in order to carry out the administrative work as a "trust" or an "agent" on behalf of the community.[2]

> ''حکومت اس لئے تشکیل دی گئی کہ وہ انتظامی کام ایک امانت دار یا ایک کارندے کے طور پر معاشرے کی نمائندگی کرتے ہوئے کرے۔''

روسو (Jean Jacques Rousseau 1712-1778) نے فرانس کے حالات کے پیشِ نظر حکومتی اختیارات کی تحدید (Limitation of Government Powers) کا تصور دیا، اور اس طرح:

> He made a distinction between sovereign power & government with government to him being an "executive agent" of the sovereign power.[3]

> ''اس نے مقتدرِ اعلیٰ طاقت اور حکومت کے درمیان فرق قائم کیا کہ حکومت مقتدرِ اعلیٰ کی صرف انتظامی کارکن اور نمائندہ ہے۔''

تاہم یہ امر قابلِ غور ہے کہ تقسیمِ اختیارات کا نظریہ موجود ہونے کے باوجود عملاً

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب التمنى، باب ما جاء فى اجازة فى خبر الواحد، ۶: ۲۶۴۹، رقم: ۶۸۳۰

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب فى وجوب طاعة الأمراء فى غير معصية، ۳: ۱۴۶۹، رقم: ۱۸۴۰

(2) Mattern, Johannes, *Concepts of State, Sovereignty & Int'l Law*, p. 17.

(3) Mattern, Johannes, *Concepts of State, Sovereignty & Int'l Law*, p. 18.

یہ تصور کما ہی رو بہ عمل نہیں۔[1] اسی لئے ایک مغربی مفکر کہتا ہے:

The elite not masses, govern America.[2]

''امریکہ میں حکمرانی عوام کی نہیں بلکہ اعلیٰ طبقہ کی ہے۔''

آج دنیا میں برطانیہ اور امریکہ کے نظامہائے حکومت کو مثالی آئینی و دستوری نظام تصور کیا جاتا ہے۔ مگر تاریخی شواہد بتاتے ہیں کہ جدید دنیا کے موجودہ ترقی یافتہ نظام انسانی تہذیب کے بانی قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ برطانیہ میں شاہ ہنری اوّل (King Henry I) نے 1100ء میں *Charter of Liberties* کے ذریعے کلیسا اور اشرافیہ کے آئینی کردار کو تسلیم کیا۔ اس تصور کو مزید وسعت اس وقت ملی جب شاہ جان اوّل (King John I) کو برطانوی اُمراء نے 1215ء میں محضر کبیر (Magna Carta) پر دستخط کرنے پر مجبور کیا۔[۳] یہی برطانیہ کے دستوری سفر کا آغاز تھا[۴] جس کا اہم حصہ Habeas Corpus تھا یعنی بادشاہ بغیر قانونی جواز کے کسی کو بھی قید، جلا وطن یا قتل نہیں کر سکتا۔ اس طرح برطانوی شہنشائیت بتدریج آئینی شہنشائیت (Constitutional Monarchy) میں بدلتی گئی۔ اس سے تقریباً 474 سال بعد 16 دسمبر 1689ء میں مسودہ قوانین حقوق (Bill of Rights) تیار ہوا۔[۵] 1700ء میں The Act of Settlement[۶] اور 1911ء میں The Parliament Act

(1) *The US Constitution*, Article I, Section 7, Article II, Section 2.
(2) Thomas R. Dye & L. Harmon Zeigler, *The Irony of Democracy*, p. 1.
(4) Sidney Painter, *William Marshal*, p. 200.
(5) James C. Holt, *Magna Carta*, p. 1.
(6) William Sharp Mckechnie, *Magna Carta: Text and Commentary*, p. 8.

منظور ہوا۔[1]

1787ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے برطانیہ سے کلیتًا علیحدگی اختیار کرلی اور اپنا الگ آئین بنایا۔ اس پر Magna Carta کے علاوہ دوسرے سیاسی مفکرین، مثلاً پولی بئیس (Polybius)، لاک (Locke) اور ماٹسکو (Montesquieu) کی فکر کا گہرا اثر ہے، اور آج اسے قدیم ترین مؤثر آئین سمجھا جاتا ہے۔

امریکہ کی دستوری و آئینی تاریخ بھی اتنی زیادہ قدیم نہیں۔ تاج برطانیہ سے علیحدگی کے بعد تھامس جیفرسن (Thomas Jefferson) نے جولائی 1776ء میں اعلان آزادی (The Declaration of Independence) تحریر کیا۔ دستور کی تیاری کے لئے دستوری اجتماع (Constitutional Convention) 1780ء میں منعقد ہوا۔ تاہم اس دستوری اجتماع میں منظور کئے جانے والے دستور کی خامیوں کو دور کرنے کے لئے مئی 1787ء میں فلاڈلفیا کنونشنز (Philadelphia Convention) منعقد ہوا،[2] جس کے پیش نظر قومی تشخص کی ضمانت دینے والے مرکزی حکومت کا قیام، انفرادی شہری حقوق کا تحفظ اور تمام ریاستوں کے لئے قابل قبول نمائندہ حکومت کا قیام جیسے مسائل تھے۔ اس اجتماع میں طے پانے والا معاہدہ اتفاق (The Great Compromise) امریکہ کی آئینی تاریخ کا ایک اہم سنگ میل تصور کیا جاتا ہے۔[3] ریاستہائے متحدہ امریکہ کے آئین کو 17 ستمبر 1787ء کو ہونے والے آئینی اجتماع (Constitutional Convention) میں اختیار کیا گیا۔[4] بقیہ ریاستوں کی توثیق

(1) John Patterson, *Bill of Rights: Politics, Religion and the Quest for Justice*, p. 25.
(2) Lee, J. J., *Politics and Society*, p. 1.
(3) Eric Foner, John Arthur Garraty, *The Reader's Companion to American History*, p. 227.
(4) Merrill D. Peterson, Olive Branch and Sword: The Compromise of 1833, p. 1.

کے بعد 1789ء میں یہ نافذ ہوا۔

گو امریکہ کے آئین کو جدید جمہوری دنیا کے لیے ایک مثالی نمونہ قرار دیا جاتا ہے، مگر بنیادی اِنسانی حقوق اور اعلیٰ اِنسانی اَقدار کا تصور ابتداء اس آئین کا حصہ نہیں تھا بلکہ یہ تصورات بتدریج آئین میں شامل کیے گئے۔ امریکہ میں رائج غلامی کی روایت 1865ء میں منظور ہونے والی تیرہویں ترمیم کے ذریعے ختم کی گئی اور آئین کے نفاذ کے 80 سال بعد 1868ء میں ہونے والی چودھویں ترمیم کے ذریعے بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کو آئین کا حصہ بنایا گیا:

> No State shall make or enforce any law which shall abridge the privileges or immunities of citizens of the United States; nor shall any State deprive any person of life, liberty, or property, without due process of law; nor deny to any person within its jurisdiction the equal protection of the laws.

1920ء میں ہونے والی اُنیسویں ترمیم کے ذریعے ووٹ ڈالنے کے حق کو جنسی اِمتیاز سے ماوراء قرار دیا گیا۔ تاہم یہ اقدام امریکہ کے آئینی مسائل کے حل کا کوئی قطعی و حتمی مرحلہ نہ تھا بلکہ آنے والے ادوار میں بھی ترامیم کا سلسلہ جاری رہا۔ شہریوں کے مختلف حقوق سے متعلق 10 ترامیم پر مشتمل The Bill of Rights دسمبر 1791ء میں منظور ہوا۔(1) بنیادی حقوق کے آئینی تحفظ کے باوجود آزادی اِظہار اور رائے دہی جیسے بنیادی حقوق میں جنسی اِمتیاز کو قانونی حیثیت حاصل رہی تاآنکہ اس سے ایک صدی سے بھی زائد عرصے کے بعد 1920ء میں 19 ویں ترمیم کے ذریعے خواتین کی پہلی مرتبہ ووٹ ڈالنے کا حق دیا گیا۔

دنیا کی اس جدید ترین مثالی جمہوریت میں حقیقی مساوات کا تصور ابھی تک تشنہ

(1) Ralph Ketcham, *The Anti-Federalist Papers and the Constitutional Convention Debates*, pp. 10, 31.

تکمیل ہے۔ 22 مارچ 1972ء کو کانگریس کے 92ویں اِجلاس میں امریکہ کی کسی بھی ریاست کے لیے جنس کی بنیاد پر حقوق کے مساوی ہونے کی نفی کرنے کو غیر قانونی قرار دینے کے لیے Equal Rights Amendment (ERA) تجویز کی گئی جو مقنّنہ کی طرف سے منظوری نہ ملنے کے سبب غیر مؤثر ہو گئی۔ اس سے ہمیں معروف امریکی مؤرّخ اور دانش وَر چارلس آسٹن (Charles Austin Beard - 1874-1948) کا امریکی نظامِ حکومت پر وہ تبصرہ یاد آتا ہے کہ امریکی آئین عوام الناس کے حقوق کے تحفظ کے لیے نہیں بلکہ مخصوص مال دار گروہوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے تشکیل دیا گیا۔(1)

مغرب کی پوری آئینی و دستوری تاریخ میں امریکہ کے دستور کو دنیا کا قدیم ترین تحریری دستور قرار دیا جاتا ہے:

The older written mentioned constitution is the Constitution of United States. Only four nations ...... Norway, Argentina, Luxembourg & Colembia ...... have constitutions that were written prior to 1900 and only 15 contemporary national constitutions existed before World War-II.(2)

’’امریکہ کا دستور قدیم ترین تحریری قومی دستور ہے۔ صرف چار ممالک ...... ناروے، ارجنٹائن، لکسمبرگ اور کولمبیا ...... کے دساتیر ۱۹۰۰ سے پہلے لکھے گئے تھے جبکہ جنگِ عظیم دوم سے قبل صرف ۱۵ ممالک کے دساتیر موجود تھے۔‘‘

ایک دوسرے مصنف کے مطابق:

'The Unite States was virtually the first country in the world to set down a codified, reasoned and written

(1) Eugene W. Hickok, *The Bill of Rights: Original Meaning and Current Understanding*, p. 5.
(2) Charles Austin Beard, *Whither Mankind: A Panorama of Modern Civilization*, p. 132.

constitution, all other constitutions at that time having evolved through right, might and custom.[1]

’’ریاست متحدہ امریکہ حقیقی معنوں میں دنیا کی پہلی ریاست ہے جس نے ایک منظّم، معقول اور تحریری دستور اختیار کیا۔ اس وقت دنیا کے تمام دوسرے دساتیر حق، طاقت یا رواج سے وجود میں آئے۔‘‘

آسٹریلیا کا آئین دراصل Commonwealth of Austrailia Constitution Act, 1900 کا ایک شیڈول تھا۔ یہ آئین یکم جنوری ۱۹۰۱ء کو روبہ عمل ہوا، جس کے نتیجے میں Commonwealth of Australia وجود میں آئی۔ ۱۹۲۷ء میں shared monarchy کو اختیار کیا گیا، ۱۹۳۱ء میں Statute of Westminster منظور ہوا، جبکہ ۱۹۸۶ء میں Australia Act منظور ہوا۔

فرانس کا موجودہ آئین ۴ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو نافذ ہوا، جس میں اب تک ۱۷ ترامیم ہو چکی ہیں۔ اس میں حالیہ ترمیم ۲۸ مارچ ۲۰۰۳ء کو ہوئی۔ اس آئین کو ۱۷۸۹ء کے اِعلانِ حقوقِ اِنسانی (Declaration of Rights of Man) کا تسلسل سمجھا جاتا ہے، جس کے تحت فرانس کو عوامی خودمختاری رکھنے والا سیکولر (Secular) اور جمہوری ملک (Democratic Republic) قرار دیا گیا۔

وفاقی جمہوریہ جرمنی کا بنیادی قانون (Basic Law for the Federal Republic of Germany) کو جدید جرمنی کے آئین کی حیثیت حاصل ہے۔ پہلے یہ ۱۹۴۹ء میں مغربی جرمنی کا آئین قرار پایا اور ۱۹۹۰ء میں مشرقی جرمنی کے Federal Republic میں شامل ہونے کے بعد تمام جرمنی کا قانون بن گیا۔

رشین فیڈریشن کا موجودہ آئین ایک قومی اِستصوابِ رائے (Referendum) کے ذریعے ۱۲ دسمبر ۱۹۹۳ء کو نافذ ہوا، جو سوویت زمانے کے آئین کی جگہ نافذ ہوا۔

(1) Colin Pilkington, *The British Constitution*, p. 1.

اگرچہ مغرب نے انسانی حقوق کے لئے باقاعدہ دستوری سفر ۱۲۱۵ء سے شروع کیا مگر عام آدمی تک اس کے اثرات پہنچنے میں صدیاں بیت گئیں مثلاً ریاستی حکام کے خلاف عوامی شکایات کا ازالہ کرنے کے لئے محتسب (Ombudsman) کا تقرر یورپ میں پہلی مرتبہ سویڈن میں ۱۸۰۹ء میں کیا گیا جو ایک عرصہ تک گمنام اور رسمی عہدہ رہا۔ اس کے بعد ۱۹۱۹ء میں فن لینڈ اور ۱۹۵۵ء میں ڈنمارک میں محتسب کا تقرر ہوا۔ دیگر یورپی ممالک نے اسے بہت بعد میں اختیار کیا۔(1)

جدید دنیا کے آئینی و دستوری سفر کے مقابل آج سے چودہ صدیوں سے زائد عرصہ قبل حضور نبی اکرم ﷺ نے انسانی معاشرے کو ''میثاق مدینہ'' (Charter of Madina) کی شکل میں ایک باقاعدہ تحریری دستور اور آئین عطا فرما دیا تھا۔ جسے نہ صرف ایک تاریخی معاہدہ اور دستاویز کے طور پر محفوظ رکھا گیا بلکہ باضابطہ اس کا نفاذ عمل میں آیا اور ریاست مدینہ عملاً اسی آئین کے تحت چلتی رہی۔ اس حقیقت کی تائید اسلام پر بڑے مخاصمانہ، ناقدانہ اور معاندانہ انداز سے لکھنے والے مغربی محققین نے بھی کی ہے کہ یہ دستاویز محض ایک معاہدہ نہ تھا بلکہ ریاست مدینہ کا باقاعدہ آئین تھا جسے حضور اکرم ﷺ کی بڑی سیاسی کامیابیوں میں شمار کیا گیا ہے۔ مشہور مغربی مصنف منٹگمری واٹ (Watt M. Watt) اپنی تصنیف *Islamic Political Thought* میں لکھتا ہے:

> Muhammad's Hijra or migration to Medina in 622 (AD) marks the beginning of his political activity. It was not that he suddenly acquired great political power, for in fact his power grew very gradually; but the agreements into which he entered with the clans of Medina meant the establishment of a new body politic, and within this body there was scope for

(1) Marten Oosting, *In the International Ombudsman Anthology: Selected Writings from International Ombudsman Institute*, *Kluwer Law International*, p. 1.

realizing the political potentialities of the Qur'anic ideas. By 624 Muhammad and the Muslims of Medina were involved in hostilities with the pagan Meccans. Despite the initial superiority of the latter the final outcome was the virtually unopposed occupation of Mecca by Muhammad in 630. A week or two later he defeated a concentration of nomadic tribes at Hunayn; and this meant that no one in Arabia was now capable of meeting him in battle with any hope of success. From most parts of Arabia tribes or sections of tribes sent representatives to Medina seeking alliance with him. By the time of his death in June 632, despite rumblings of revolt, he was in control of much Arabia. The Islamic state had no precisely defined geographical frontiers, but it was certainly in existence.(1)

’’حضرت محمد ﷺ کی ۶۲۲ء میں مدینہ کو ہجرت آپ کی سیاسی سرگرمیوں کا نکتہ آغاز تھا۔ آپ ﷺ نے یک دم اتنی بڑی سیاسی قوت حاصل نہیں کر لی بلکہ آپکی قوت میں بتدریج اضافہ ہوا۔ تاہم مدینہ کے قبائل کے ساتھ آپکے معاہدے ایک نئے سیاسی ڈھانچے کے قیام کا باعث بنے اور اسی سیاسی ڈھانچے میں قرآنی تصورات و تعلیمات کے سیاسی پہلو کے متشکل ہونے کا امکان تھا۔ ۶۲۴ء میں حضرت محمد ﷺ اور کفار مکہ میں آویزش کا آغاز ہوگیا۔ اگرچہ ابتداً کفار مکہ کو برتری حاصل تھی مگر انجام کار ۶۳۰ء میں آپ کو مکہ پر بغیر کسی مزاحمت کے حتمی تسلط حاصل ہو گیا۔ ایک دو ہفتے بعد آپ ﷺ نے حنین کے مقام پر خانہ بدوش قبائل کو شکست دی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب مکہ میں کوئی بھی کامیابی کی امید کے ساتھ میدان جنگ میں آپ ﷺ کا سامنا نہ کر

(1) Watt M. Watt, *Islamic Political Thought*, p. 20.

سکتا تھا۔ عرب کے اکثر قبائل نے یا قبائل کے ذیلی گروہوں نے اپنے نمائندوں کو مدینہ آپ ﷺ کے ساتھ اتحاد کرنے کے لئے بھیجا۔ جون ۶۳۲ء میں آپ ﷺ کے وصال کے وقت کے باوجود عرب کا اکثر حصہ آپ ﷺ کے زیر کنٹرول تھا اگرچہ اسلام ریاست کی واضح متعین و معروف حدود تو نہ تھیں مگر اس کا وجود یقینی طور پر موجود تھا۔“

واٹ(Watt M. Watt) دستور مدینہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

In the main early source (apart from the Qur'an) for the career of Muhammad there is found a document which may conveniently be called 'the Constitution of Medina. Some of the articles in the constitution deal with minor matters, while others are repetitive. The essential points defining the nature of the state (a part from the functions and privileges of the head of state) are the following:

i. The believers and their dependents constitute a single community (umma).

ii. Each clan or subdivision of the community is responsible for blood-money and ransoms on behalf of its members.

iii. The members of the community are to show complete solidarity against crime and not to support a criminal even when he is a near kinsman, where the crime is against another member of the community.

iv. The members of the community are to show complete solidarity against the unbelievers in peace and war, and also solidarity in the granting of 'neighbourly protection'.

v. The Jews of various groups belong the community, and are to retain their own religion; they and the Muslims are to render 'help' (including military aid) to one another when it is needed.(1)

”قرآن مجید کے علاوہ دوسرے ابتدائی ماخذوں میں حضرت محمد ﷺ کی جدوجہد سے متعلق ایک ایسی دستاویز ملتی ہے جسے ہم ریاست مدینہ کا دستور کہہ سکتے ہیں۔ اس کی کچھ شقیں تو معمول کے معاملات سے متعلق ہیں جبکہ کچھ مکرر لکھی گئی ہیں۔ اس دستور میں (سربراہ مملکت کے فرائض و اختیارات کے علاوہ) ریاست سے متعلق اہم نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ اہل ایمان اوران کے متعلقین ایک ہی ملت (امہ) پر مشتمل ہیں۔

۲۔ ہر قبیلہ یا اس کا ذیلی قبیلہ اپنے افراد کے خون بہا اور فدیہ کے ذمہ دار ہوں گے۔

۳۔ ریاستی طبقات کے افرادکو جرم کے خلاف مکمل تعاون کرنا ہوگا اور وہ کسی بھی مجرم کی پشت پناہی نہ کریں گے اگرچہ وہ ان کا قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہواوراس نے کسی دوسرے قبیلے کے خلاف جرم کا ارتکاب کیا ہو۔

۴۔ اہل مدینہ امن و جنگ کے معاملات میں کافروں کے خلاف مکمل اتحاد و یکجہتی کا مظاہرہ کریں گے۔ اوراس طرح تحفظ ہمسائیگی کی فراہمی میں بھی یکجہتی کا مظاہرہ کریں گے۔

۵۔ یہود کے مختلف گروہ بھی ریاست مدینہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ اپنا مذہب برقرار رکھ سکیں گے۔ یہود اور مسلمان حسب ضرورت (بشمول عسکری معاملات کے) ایک دوسرے سے تعاون کریں گے۔“

(1) Watt M. Watt, *Islamic Political Thought*, p. 20.

مصنف نے اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۳۰ میں میثاق مدینہ کا پورا متن ۴۷ آرٹیکل کی صورت میں The Constituion of Madina کے عنوان کے تحت دیا ہے۔

گرہارڈ اینڈرس (Gerhard Endress) اپنی تصنیف *An Introduction to Islam* میں لکھتا ہے:

Whether we recognise Muhammad as the Prophet of God, or whether we regard the Koran as the expression of his personality, the creation of the Islamic state and the unificiation of Arabia under Islam are his handiwork. The first important sign of this achievement is a document handed down by historians in an apparently authentic form ...... the regulations or 'Constitution' of the community of Medina. This document, promulgated soon after the Hijra, regulated te relationship of the tribes, the Meccan 'Emigrants' and the Medinan 'Helpers' and bound them together in a new larger community which was not based on blood relationships but on religion. From now onwards, there stood above the tribes the umma, the community of believers under the authority and protection of God and under the leadership of Muhammad.(1)

’’چاہے ہم حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا نبی تسلیم کریں یا قرآن حکیم کو ان کی شخصیت کا ذاتی اظہار قرار دیں (یہ ایک حقیقت ہے کہ) ایک اسلامی ریاست کا قیام اور عرب کی وحدت کی تشکیل ان کا کارنامہ ہے۔ ان کی اس کامیابی کی پہلی علامت وہ دستاویز ہے جو مورخین تک بڑے مستند ذرائع سے پہنچی ہے جو ریاست مدینہ کے ضوابط یا دستور سے موسوم ہے۔ ہجرت کے بعد نافذ ہونے والی اس دستاویز سے مدینہ کے قبائل، مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ کے باہمی

(1) Garhard Endress: *An Introduction to Islam*, p. 31.

تعلقات کی نوعیت طے کی گئی اور انہیں ایک ایسی عظیم وحدت میں بدل دیا گیا جسکی بنیاد مغربی تعلقات نہیں بلکہ مذہب تھا۔ دستور مدینہ کے نفاذ کے بعد عرب میں قبائلی روایت سے ماوراء اللہ کے اقتدار وضمانت اور حضرت محمد ﷺ کی قیادت کے تحت اہل ایمان پر مشتمل امت تشکیل پذیر ہوئی۔‘‘

البرٹ ہورنی (Albert Hourani) نے بھی اپنی تصنیف *A History of the Arab Peoples* میں میثاق مدینہ کی آئینی و دستوری اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا:

A new political order was created which included the whole of the Arabia peninsula.(1)

’’(آپ ﷺ کی قیادت میں) ایک نیا سیاسی نظام تخلیق پایا جس کی علم داری میں پورا جزیرہ نما عرب شامل تھا۔‘‘

میثاق مدینہ اپنے اجراء کے بعد ریاستی آئین کے طور پر ماخذ رہا تاہم آئندہ آنے والے سالوں میں حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ اس میں اضافات و ترمیمات ہوتی رہیں۔ اس آئین نے جمہوری ضابطوں، سیاسی و مذہبی آزادیوں، مقامی رسوم و قوانین، بنیادی انسانی حقوق، غیر مسلم اقلیتوں کی آزادی، تقسیم اختیارات اور مالی، دفاعی، عدالتی و انتظامی معاملات پر اس حد تک واضح اور دوٹوک ہدایات فراہم کردی تھیں کہ آج چودہ صدیاں بیت جانے کے باوجود انسانی معاشرے کی سیاسی ترقی اس سے بہتر نئے تصورات متعارف نہیں کرواسکی۔

یہ اقدام سیرت محمدی ﷺ کا وہ عظیم تاریخی کارنامہ ہے کہ جس کا مطالعہ اور اس کے حقائق و تفصیلات کا جائزہ دور جدید کے انسان پر اسلام کی عظمت کے ہزاروں نئے باب کھول دیتا ہے اور مغربی دنیا میں اسلام کے خلاف پائی جانے والی بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیتا ہے۔

(1) Albert Hourani, *A History of the Arab People*, p. 14.

مآخذ و مراجع

۱۔ **القرآن الحکیم۔**

۲۔ **ابن ابی شیبہ،** ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹۔۲۳۵ھ/ ۷۷۶۔۸۴۹ء)۔ **المصنف**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۳۔ **ابن اثیر،** ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد شیبانی جزری (۵۵۵۔ ۶۳۰ھ/ ۱۱۶۰۔۱۲۳۳ء)۔ **أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۴۔ **ابن حبان،** ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔ ۹۶۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۵۔ **ابن حمید،** عبد بن حمید بن نصر ابو محمد الکسی (۲۴۹ھ)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنۃ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء

۶۔ **ابن سعد،** ابو عبد اللہ محمد (۱۶۸۔۲۳۰ھ/۷۸۴۔۸۴۵ء)۔ **الطبقات الکبریٰ**۔ بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعہ والنشر، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۷۔ **ابن عساکر،** ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی (۴۹۹۔۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵۔۱۱۷۶ء)۔ **تاریخ دمشق الکبیر**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۸۔ **ابن کثیر،** ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **البدایہ و النہایہ**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۹۔ **ابن کثیر،** ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **تفسیر القرآن العظیم**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ،۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۱۰۔ **ابن ماجہ،** ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ/۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۱۔ **ابن ہشام،** ابو محمد عبد الملک ہشام الحمیری (م۲۱۳ھ/ ۸۲۸ء)۔ **السیرۃ النبویہ**۔ بیروت، لبنان: دارابن کثیر،۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء۔

۱۲۔ **ابن ہشام،** ابو محمد عبد الملک ہشام الحمیری (م۲۱۳ھ/ ۸۲۸ء)۔ **السیرۃ النبویہ**۔ بیروت، لبنان: دارالجیل، ۱۴۱۱ھ۔

۱۳۔ **ابو داؤد،** سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دارالفکر،۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۱۴۔ **ابو داؤد،** سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: داراحیاء التراث العربی۔

۱۵۔ **ابونعیم،** احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ **حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی،۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۱۶۔ **ابونعیم،** احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ **دلائل النبوہ**۔ حیدرآباد، بھارت: مجلس دائرہ معارف عثمانیہ، ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء۔

۱۷۔ **ابو یوسف،** قاضی ابو یوسف یعقب بن ابرہیم، (۱۸۲ھ)، **کتاب الخراج،** بیروت، لبنان: دارالمعرفۃ

۱۸۔ **ابویعلی،** احمد بن علی بن مثنی بن یحیی بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/

۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ **المسند**۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔

۱۹۔ **احمد بن حنبل**، ابوعبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

۲۰۔ **بخاری**، ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔

۲۱۔ **بلاذری**، احمد بن یحی بن جابر البلازری (۲۷۹ھ) ۔**فتوح البلدان**۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ ،۱۴۰۳ھ۔

۲۲۔ **بیہقی**، ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ **السنن الکبریٰ**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۲۳۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسی بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔ ۸۹۲ء)۔ **الجامع الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۲۴۔ **ترمذی**، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ **الجامع الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۲۵۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۲۶۔ **حلبی**، علی بن برہان الدین (۱۴۰۴ھ)۔ **السیرۃ الحلبیۃ/ إنسان العیون فی سیرۃ الأمین المأمون**۔ بیروت، لبنان، دارالمعرفہ، ۱۴۰۰ھ۔

۲۷۔ **حمید اللہ**، ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ **مجموعہ الوثائق السیاسیۃ**۔ بیروت، لبنان: دارالارشاد۔

۲۸۔ **حمیدی**، ابوبکر عبداللہ بن زبیر (م ۲۱۹ھ/۸۳۴ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ + قاہرہ، مصر: مکتبۃ المتنبی۔

۲۹۔ **خفاجی**، ابوعباس احمد بن محمد بن عمر (۹۷۹۔۱۰۶۹ھ/۱۵۷۱۔۱۶۵۹ء)۔ **نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۳۰۔ **دار قطنی**، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶۔۳۸۵ھ / ۹۱۸۔۹۹۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔

۳۱۔ **سعدی أبوحبیب**۔ **موسوعة الاجماع في الفقه الاسلامی**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۸۹م

۳۲۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **الجامع الصغیر فی أحادیث البشیر النذیر**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۳۳۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **الجامع الکبیر**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۳۴۔ **سیوطی**، جلال الدین ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن

عثمان (۸۴۹ـ۹۱۱ھ/۱۴۴۵ـ ۱۵۰۵ء)۔ **تنویر الحوالک شرح موطا مالک**، مصر: مکتبہ التجاریہ الکبری، ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء۔

۳۵۔ **شافعی**، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع قرشی (۱۵۰ـ۲۰۴ھ/۷۶۷ـ۸۱۹ء)۔ **مسند الشافعی**۔ بیروت لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۳۶۔ **طبرانی**، سلیمان بن احمد (۲۶۰ـ۳۶۰ھ/۸۷۳ـ۹۷۱ء)۔ **المعجم الاوسط**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

۳۷۔ **طبرانی**، سلیمان بن احمد (۲۶۰ـ۳۶۰ھ/۸۷۳ـ۹۷۱ء)۔ **المعجم الکبیر**۔ موصل، عراق: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء۔

۳۸۔ **طبری**، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴ـ۳۱۰ھ/ ۸۳۹ـ۹۲۳ء)۔ **جامع البیان فی تفسیر القرآن**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۳۹۔ **طبری**، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴ـ۳۱۰ھ/ ۸۳۹ـ۹۲۳ء)۔ **تاریخ الامم والملوک**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۴۰۔ **عبدالرزاق**، ابوبکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶ـ۲۱۱ھ/۷۴۴ـ۸۲۶ء)۔ **المصنف**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۴۱۔ **عجلونی**، ابو الفداء اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی (۱۰۸۷ـ۱۱۶۲ھ/ ۱۶۷۶ـ۱۷۴۹ء)۔ **کشف الخفا و مزیل الالباس**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ۔

۴۲۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳ـ۸۵۲ھ/۱۳۷۲ـ ۱۴۴۹ء)۔ **الاصابہ فی تمییز الصحابہ**۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

۴۳۔ ابن حجر **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔ ۱۴۴۹ء)۔ **المطالب العالیہ**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۴۴۔ **الکتانی**، محمد عبدالحی بن عبدالکبیر بن محمد الحسنی الادریسی الکتانی (۱۳۰۵۔۱۳۸۲ھ / ۱۸۸۸۔۱۹۶۲ء)۔ **نظام الحکومة النبویة المسمی التراتیب الاداریة**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۴۵۔ **مسلم**، ابن الحجاج قشیری (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ/ ۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۴۶۔ **مقریزی**، ابو العباس احمد بن علی بن عبد القادر بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن تمیم بن عبد الصمد (۷۶۹۔۸۴۵ھ/ ۱۳۶۷۔۱۴۴۱ء)۔ **اِمتاعُ الاَسماع**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء۔

۴۷۔ **نسائی**، احمد بن شعیب النسائی (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۴۸۔ **نسائی**، احمد بن شعیب النسائی (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **السنن الکبری**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۴۹۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔۱۴۰۵ء)۔ **مجمع الزوائد و منبع الفوئد**۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دارالکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۵۰۔ **ہندی**، حسام الدین، علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ **کنز العمال**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹/ ۱۹۷۹۔

۵۱۔ **یعقوبی**، احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب ابن واضح الکاتب العباسی

(م ۲۸۷ھ/ ۸۹۷ء)۔ **تاریخ الیعقوبی**۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

52. Albert Hourani, *A History of the Arab People*, Faber & Faber Limited, 3 Queen Square, London, 1991.

53. Aristotle, *The Politics and the Constitution of Athens*, CUP, The Edinburgh Building, Cambridge, UK, 1996.

54. Bernard Crick, *"Sovereignty" Int'l Encyclopedia of Social Sciences*, Vol, 5, NY, Macmillan Co, 1968.

55. Charles Austin Beard, *Whither Mankind: A Panorama of Modern Civilization*, Longmans, Green & Co., 1923.

56. Eric Foner, John Arthur Garraty, *The Reader's Companion to American History*, Houghton Mifflin Co., NY, 1991.

57. Eugene W Hickok, *The Bill of Rights: Original Meaning and Current Understanding*, The University Press of Virginia, 1991.

58. Garhard Endress, *An Introduction to Islam*, Edinburgh University Press & Carale Hillenbrand, 1994.

59. Grunebaum, G.E. Von, *Islam* (Essays on the nature and growth of a cultural tradition). London, 1955.

60. Hamilton A. R. Gibb, *Mohammedanism: An Historical Survey*, Oxford University Press, 1970 .

61. Harold J. Laski, *Authority in the Modern State*, New Haven, 1919.

62. Hart, H.L.A., "Austin, John" *"Int'l Encyclopedia of the Social Sciences*, vol. 1, NY, Macmillan Co., 1968.

63. Hugh Bowden, *Classical Athens and the Delphic Oracle*, Divination and Democracy, CUP, 2005.

64. James C. Holt, *Magna Carta*, CUP, The Edinburgh Building, UK, 1992 .

65. John Patterson, *Bill of Rights: Politics, Religion and the Quest for Justice*

66. Julian Hoppit, *A Land of liberty?*, England 1689-1727, OUP, Oxford, 2000.

67. Lee J.J., *Ireland, 1912- 1985: Politics and Society*, CUP, Cambridge, 1989.

68. Marten Oosting in the *International Ombudsman Anthology:* Selected Writings from International Ombudsman Institute, Kluwer Law International, The Hague, The Netherlands, 1999.

69. Mattern, Johannes, *Concepts of State, Sovereignty & Int'l Law*, Baltimore, John Hopkins Press, 1978.

70. McNair, Lord A., *Law of Treaties*, OUP, USA, Aug 1986.

71. Merrill D. Peterson, *Olive Branch and Sword: The Compromise of 1833*, Louisiana State University Press, 1982.

72. Ralph Ketcham, *The Anti-Federalist Papers and the Constitutional Convention Debates*, New American Library, 375 Hudson Street, NY, 1986.

73. Rosenthal, E.I.J., *Political Thought in Medieval Islam*, Cambridge University Press, 1962.

74. Sidney Painter, *William Marshal*, John Hopkins Press, 1982.

75. Strong , C.F., *Modern Political Constitutions*, Sidgwick & Jackson Limited, London, 1973

76. Taube, M De, *Le Monde Le L'Islam et Son Influence Sur L'Europe Orientate*, The Hague Recuel, 1962.

77. *The US Constitution*

78. Vienna Convention on the Lawof Treaties, reprinted in S. Rosenne, *The Law of Treaties: A Guide To The Legislative History of The Vienna Convention*108 1970.

79. Vladimir Uro Degan, *Sources of International Law*, Kluwer Law International, PO Box 85889, 2508 CN The Hague, The Netherlands, 1997.

80. Watt Montgomery Watt, and Cachina P., *A History of Islamic Spain*, Edinburgh, 1996.

81. *Websters' New Biographical Dictionary* Merriam-Webster Inc., Springfield M.A., U.S.A., 1983.

82. William Sharp Mckechnie, *Magna Carta: Text and Commentary*, the University Press of Virginia, 1998.